SEPTEMBER 2026 Rs. 30/-

ربیع الآخر ۱۴۴۸ھ ستمبر ۲۰۲۶ء

یہ دل یہ جگر ہے یہ آنکھیں یہ سر ہے
جہاں چاہو رکھو قدم غوث اعظم

مدیر اعلیٰ: جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری بریلوی مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

عالم اسلام کو عیدِ غوثیہ مبارک ہو

- حضور غوث اعظم اور احیائے دین وملت
- انسان زندہ لاش ہے تعلیم کے بغیر
- ہنستے چہروں کے پیچھے چھپا ہوا درد
- مسلک اعلیٰ حضرت! اہل سنت کی شناخت
- علما میں باہمی تعلقات کا بحران
- نئی نسلوں میں جذبہ عشق رسول پیدا کریں
- جہنم سے نجات کا راستہ توبہ، تقویٰ اور اطاعت الٰہی
- عورتوں کا حق مارنے والو! اللہ سے ڈرو
- تم سبھی کچھ ہو، یہ بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو؟
- آر، ایس، ایس، کے منصوبے اور سازشیں
- اتراکھنڈ! مذہبی تعلیم کا مستقبل اور خدشات
- علمائے اہل سنت رام پور کی علمی اور دینی خدمات

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامیۃ جامعۃ الرضا بریلی شریف یوپی، ہند

CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)

Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲، سوداگران، رضا نگر، بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارث علوم اعلیٰحضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتیٔ اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰحضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

ماہنامہ سنی دنیا

مسلک اعلیٰحضرت کا نقیب و پاسبان

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ربیع الآخر ۱۴۴۸ھ | ستمبر ۲۰۲۶ء

شمارہ نمبر ۹ | Issue No. 9

جلد نمبر ۱۱ | Vol. 11

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپیے	سالانہ ۳۵۰ روپیے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپیے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

ہدایت

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دو پہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

التماس

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰحضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰحضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	حضور غوث اعظم اور احیائے دین وملت	علامہ سید اولاد رسول قدسی	۵
اسلامیات	انسان زندہ لاش ہے تعلیم کے بغیر	مولانا محمد اشفاق عالم امجدی	۲۰
///	ہنستے چہروں کے پیچھے چھپا ہوا درد	رمضان رضا ماتریدی	۲۲
///	مسلک اعلیٰ حضرت! اہل سنت کی شناخت	مولانا محمد مرزا غالب نقشبندی	۲۳
///	علما میں باہمی تعلقات کا بحران	مولانا انیس الرحمٰن حنفی رضوی	۲۵
///	نئی نسلوں میں جذبہ عشق رسول پیدا کریں	مولانا محمد عامر حسین مصباحی	۲۷
///	مذبذبین اور کج فکروں کا گٹھ جوڑ	مولانا طارق انور مصباحی	۲۸
///	جہنم سے نجات کا راستہ توبہ، تقویٰ اور اطاعت الٰہی	مولانا محمد مبارک حسین ازہری	۲۹
احوال قوم وملت	عورتوں کا حق مارنے والو! اللہ سے ڈرو	مفتی سراج احمد قادری	۳۲
///	تم سبھی کچھ ہو، یہ بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو؟	مولانا محمد فداء المصطفیٰ قادری	۳۳
احوال وطن	آر، ایس، ایس، کے منصوبے اور سازشیں	مفتی محمد ایوب مصباحی	۳۵
///	اتراکھنڈ! مذہبی تعلیم کا مستقبل اور خدشات	مفتی غلام مصطفیٰ نعیمی	۳۹
اسلاف واخلاف	علمائے اہل سنت رام پور کی علمی اور دینی خدمات	مفتی سید فیضان رضا حسنی	۴۱
///	بارگاہ شیخ بریلوی میں ایک یادگار حاضری	مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی	۴۶
ترغیبات	فکر آخرت	علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی	۵۰
منظومات	وصل کی اب بھیج دیں باد بہاری یارسول	مولانا اشرف رضا قادری	۵۳
///	تاجدار ولایت ہیں غوث الوریٰ	علامہ سید اولاد رسول قدسی	۵۳
///	عشق نبی کے جام پلاتے ہیں غوث پاک	مولانا محمد سلمان رضا فریدی	۵۳
///	نام غوث اعظم کا بگڑیاں بناتا ہے	سید خادم رسول عینی	۵۳
سخن در سخن	برکات تراجم! ایک تجزیاتی مطالعہ	مولانا توفیق احسن برکاتی	۵۴

مہمان اداریہ

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسیؔ*

حضور غوث اعظم اور احیائے دین وملت

یہ بات نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور ہمارا بنیادی عقیدہ ہے کہ بلا شبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں۔ اب قیامت تک کسی بھی نبی یا رسول کی بعثت نہیں ہوگی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب اصلاح و ہدایت کے دروازے بند ہو گئے۔ ایسا ہر گز نہیں ہے بلکہ یہ عظیم الشان کام ختمی مرتبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد کل بھی جاری تھا، آج بھی جاری ہے اور صبح قیامت تک جاری رہے گا۔ واضح رہے کہ اصلاحی امور کا تعلق فقط ظاہر سے نہیں بلکہ باطن سے بھی ہوتا ہے۔ بلفظِ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ انسان کے لیے جہاں ظاہر کا مصفیٰ ہونا ضروری ہے وہیں باطن کا بھی۔ بلکہ ظاہر کے بالمقابل تزکیۂ باطن از حد ضروری ہے اور یہ ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو انسانیت کی معراج سے ہمکنار کرنے میں ایک کلیدی رول ادا کرتا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ جب ختمی مرتبت رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا تو پھر آپ کے پردہ فرمانے کے بعد یہ اہم ترین امور کیسے انجام پذیر ہوں گے۔

خالق کائنات نے اپنے بندوں کی فلاح وصلاح کا بھر پور انتظام کر رکھا ہے۔ من جانب اللہ ان امور کی انجام دہی کی ذمہ داریاں دو جماعتوں کے سپرد کی گئی ہیں۔ وہ دو مقدس جماعتیں علما اور اولیا کی ہیں۔ دونوں جماعتوں کی کارگردگیوں میں بیّن فرق یہ ہے کہ علما ظاہری اصلاح کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور اولیاء صفائے باطنی کا۔ یہی وہ جماعتیں ہیں جو ہمیں ایمان و عمل کا حسین سنگم بنائے رکھتی ہیں اور ہمارے ظاہر و باطن کو سنوار کر رب کائنات کی رضا و خوشنودی کے حصول کی سبیلیں ہموار کرتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں علما اور اولیا کی کثیر تعداد رہی اور یہ ذواتِ مقدسہ اصلاحِ امت کی روشنیاں بکھیرتے ہوئے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیابت کا حق ادا کرتی رہیں۔ یوں تو حدیثِ پاک کی روشنی میں رب کائنات ہر سو سال میں ایک مجدد مبعوث فرماتا ہے جو دین میں تجدیدی امور کو انجام دیتا ہے۔ اہل اسلام کی برہم زلفوں کو سنوارتا ہے اور لوگوں کے ظاہر و باطن کو صیقل بناتا ہے لیکن جہاں تک احیاءِ دین کا تعلق ہے یہ متفق علیہ امر ہے کہ اس منصب پر صرف اور صرف تاجدارِ ولایت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فائز ہوئے اور آپ کا یہ طرۂ امتیاز وصف رہا کہ خود مذہبِ اسلام نے آپ کو محی الدین (دین کو زندہ کرنے والا) کے لقب سے ملقب کیا۔ بلفظِ دیگر یہ مہتم بالشان لقب صرف آپ ہی کی مقدس ہستی پر منطبق ہوتا ہے۔

تاجدارِ ولایت حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرتِ طیبہ پر سب سے زیادہ مستند و معتبر کتاب مستطاب ''بہجۃ الاسرار'' میں آپ کا روشن بیان یوں مرقوم ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ۵۱۱ھ کی بات ہے، ایک بار جمعہ کے دن میں سفر سے بغداد کی طرف لوٹ رہا تھا معاً سر راہ کیا دیکھا کہ ایک انتہائی نحیف و ناتواں بیمار شخص نیم بے ہوشی کے عالم میں بے سدھ پڑا ہے۔ جوں ہی اس کی نگاہیں مجھ سے چار ہوئیں اس نے مجھے سلام کیا اور میں جواب دے کر جب جانے لگا تو اس نے کہا جناب والا! اتنی جلدی بھی کیا ہے ذرا مجھ پر نظرِ کرم فرمائیے، میری اس دگرگوں اور ناگفتہ بہ حالت پر ترس کھائیے، للہ مجھے سہارا دے کر اٹھا دیجیے۔ میرے مردہ جسم پر تازہ روح پھونک دیجیے، مجھے حیات نو بخش دیجیے تا کہ ناتوانی دور ہو جائے اور میں حسب سابق صحت مند و توانا بن جاؤں۔

آپ نے متعجب ہو کر فرمایا کہ یہ بتاؤ تم ہو کون؟ کس نے تمہاری یہ خستہ حالت بنائی؟ اس نے جواباً کہا حضور! میں آپ کے نانا جان جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا وہی دین اسلام ہوں جس کی ترویج و اشاعت کے لیے بانیٔ اسلام کو شدید تر مصائب و آلام سے دو چار ہونا پڑا۔ کبھی آپ کی راہوں میں کانٹے بچھائے گئے، کبھی آپ کے جسم اطہر پر پتھروں کی برسات کی گئی، کبھی آپ پر

*مضمون نگار کیلی فورنیا امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

آب ودانہ نہ پہنچانے کی قسمیں کھائی گئیں۔ کبھی آپ کو شعبِ ابو طالب میں تین سال کی قید وبند کی جانکاہ مشقتوں میں ڈالا گیا، کبھی آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا۔ جانے کیسی کیسی مصیبتوں کے پہاڑ آپ پر توڑے گئے پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ کو اپنے وطنِ عزیز مکۃ المکرمہ کو خیرباد کہہ کر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا پڑی۔

ربِ کائنات کا آپ پر ایسا فیضانِ کرم ہوا، تائیدِ ربّانی اور مشیتِ ایزدی کا ایسا بین اثر ہوا کہ میں خوب پھلا پھولا پروان چڑھا اور عرب کے گوشے گوشے میں نہ صرف یہ کہ میرا شہرہ ہو گیا بلکہ لوگ جوق در جوق میرے دامن میں آنے لگے۔ وہ مکہ جہاں ایک بھی خدا کا ماننے والا موجود نہ تھا مگر ایک دن وہ آیا کہ میرے سائباں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار فرزندانِ توحید کی نورانی جماعت آ گئی۔ پھر رفتہ رفتہ آپ کے جاں نثار خلفاءِ عظام اور صحابۂ کرام کی کدو کاش کے ایسے اثرات مرتب ہوئے کہ میں چار دانگِ عالم میں پھیل گیا مگر حیف صد حیف گذشتہ کئی سالوں سے مجھ پر بے حد ظلم ڈھایا گیا، مجھے طبیعت سے مشقِ ستم بنایا گیا۔ میرے اصول کے تار و پود بکھیرے گئے، میری عظمتوں سے کھیلنے کی ناپاک کوششیں کی گئیں اور مجھ پر غیروں کے ساتھ ساتھ اپنوں نے بھی اس قدر شدید حملے کیے کہ میں زخموں سے چور چور ہو گیا میری طاقتیں سلب ہو کر رہ گئیں یہاں تک کہ میری حالت زندہ لاش کی طرح بن گئی۔

خدارا دیر نہ کیجیے دستِ کرم بڑھائیے اور مجھے اٹھا کر قیامت کے لیے زندۂ جاوید بنا دیجیے۔ مذہب اسلام کی روح فرسا اور دل دوز سرگذشت سن کر تاجدارِ ولایت اشک بار ہو گئے، آپ کا کلیجہ منھ کو آنے لگا، بلا تاخیر جوں ہی آپ نے اسے اٹھایا تو فوراً دیکھتے ہی دیکھتے اس میں توانائی عود کر آئی۔ اس کے چہرے میں رونقیں چھا گئیں اور وہ صحت مند و فربہ ہو کر ایسے کھڑا ہو گیا جیسے کبھی نقاہت و توانائی نے اسے مس نہ کیا ہو۔ پھر وہ ہشاش بشاش آپ کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوا بڑے پرجوش لہجے میں کہنے لگا کہ آپ نے مجھے نئی زندگی عطا فرمائی۔ آج سے آپ محی الدین ہیں۔ تاجدارِ ولایت فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد پھر ہوا یوں کہ میں جدھر سے گزرتا ہم یہ صدا گونجتی رہی کہ محی الدین جا رہا ہے۔ لوگ دوڑتے ہوئے میری سمت آئے اور محی الدین، محی الدین پکارتے ہوئے میری دست بوسی کرنے لگے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے کبھی کسی نے مجھے اس نام سے پکارا نہیں تھا۔

اس سے پہلے کہ ہم حضور تاجدارِ ولایت کے ناقابلِ فراموش احیائی کارناموں کو بیان کریں آئیے آپ کے لقبِ محی الدین کے معانی و مفاہیم پر غور کرتے ہیں۔ محی یہ عربی کا لفظ ہے باب افعال کا اسم فاعل ہے۔ اس کا معنیٰ ہے حیات دینے والا، زندہ کرنے والا۔ محی الدین کا مطلب ہوا دین کو زندہ کرنے والا۔ اب جب تک ہم دین کی گہرائی و گیرائی کو نہ سمجھیں گے اس وقت تک محی الدین کا کامل ادراک ہو نہ پائے گا۔ جہاں تک لفظِ دین کا تعلق ہے اس سلسلے میں شیخ علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں جو فرمایا ہے وہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے، فرماتے ہیں:

"اسلام اسمِ ظاہر اعمال است و ایمان نام باطن اعتقادِ و دین عبارت از مجموع اسلام و ایمان است'' یعنی اسلام ظاہری اعمال کا، ایمان باطنی اعتقاد کا اور دین اسلام و ایمان کے مجموعے کا نام ہے۔"

مذکورہ بالا وضاحت سے یہ بات مترشح ہو جاتی ہے کہ دین ایسی جامعیت و وسعت کا متحمل ہے کہ اس کے اندر عقائد و اعمال، ظاہر و باطن اور صورت و معنی کا ایک دبستان آباد ہے۔ اب یہ کہنا مبنی بر صداقت ہوگا کہ حضور تاجدارِ ولایت سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام و ایمان، عقائد و اعمال اور صورت و معنی کو اپنے کردار و عمل اور روحانی اقدار سے قیامت تک کے لیے پُرثبات و تازہ دم کر دیا۔ اس دعوے کے ثبوت کے لیے ہمیں آپ کے دور کے پسِ منظر کا ایک مختصر جائزہ لینا ہوگا۔ جس وقت بغدادِ مقدس میں آپ کا ورودِ مسعود ہوا اس وقت صرف بغدادِ مقدس نہیں بلکہ اسپین سے لے کر مشرق وسطیٰ تک اور مصر سے لے کر ہندوستان و افغانستان تک مذہبی، روحانی، اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی حالات انتہائی پرآشوب و ناگفتہ بہ تھے۔

اداریہ

چاروں طرف انتشار و اضطراب کی گرم گرم مسموم ہوائیں چل رہی تھیں، مذہب و ایمان کی سودا بازیاں ہو رہی تھیں، الحاد و لادینیت سے فضائیں مکدّر ہو رہی تھیں۔ تہذیب و تمدن پر شب خون مارا جا رہا تھا، طوائف الملوکی کا تسلط بڑھتا جا رہا تھا، فرقہ باطنیہ کی دہشت ناکیاں پھیلتی جا رہی تھیں، رفض و اعتزال اپنے پر پھیلائے جا رہے تھے۔ حکام و امرا عیش و عشرت کی دلدل میں پھنسے اور دھنسے جا رہے تھے۔ طاغوتی طاقتیں متحد ہو کر اسلام کے خلاف محاذ آرا نظر آ رہی تھیں، ہر سو فتنہ و فساد کے دل بادل منڈلا رہے تھے، تہذیب و تمدن کی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے، جا بجا کذب و دروغ کے پرخطر جال بچھے ہوئے تھے، مکر و فریب اژدھا کی صورت پھن ٹیکے کھڑے تھے، صدق و صفا کی حرمتوں کی نیلامی ہو رہی تھی۔ خلق و وفا کی آنکھیں رو رو کر تھک چکی تھیں شرافت و نجابت کا بہت دور تک نام و نشان مٹ چکا تھا۔ یہودیت و نصرانیت اسلام پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے منصوبہ بندی کے ساتھ پر تول رہی تھی۔ چوری اور ڈاکہ زنی اس قدر عام ہو چکی تھی کہ راہ چلنا دشوار سے دشوار تر ہو چکا تھا، قتل و غارت گری بازیچۂ اطفال بن کر رہ گیا تھا۔

ایسے مہیب و پر دہشت ماحول میں دینِ اسلام کی حفاظت و صیانت کے لیے مجدد کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ایک ایسے محی الدین کی ضرورت تھی جو قادرِ مطلق کی عطا کردہ قدرت و طاقت سے دشمنانِ دین کو چاروں شانے چت کر دے، گم کشتہ راہوں کو راہِ راست پر گامزن کر دے، سوئے عمل کے خوگروں کو عملِ خیر کا شاہکار بنا دے۔ اسلام کے زخموں کو مندمل کر کے اور اس کے مردہ جسم میں تازہ روح پھونک کر تا قیامِ قیامت اسے حیات جاودانی عطا کر دے۔ یہ پکار اہلِ اسلام کی نہیں بلکہ خود مذہبِ اسلام کی تھی۔ ربِ قدیر کی رحمتیں جوش میں آئیں اور اس نے بغداد کی مقدس سرزمین پر حضور تاجدار ولایت کو منصب محی الدین پر فائز فرما کر بھیجا اور آپ نے اس منصب جلیلہ کا حق کیسے ادا کیا اس سلسلے میں صاحبِ بہجۃ الاسرار فی معدن الانوار عارف باللہ حضرت نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف شطنوفی علیہ الرحمہ کے قلم حق رقم سے سنیے، فرماتے ہیں:

"بمقدمہ انہل السحاب و اعشب العراق و زال الغی و اتضح الرشد۔ ترجمہ۔ حضور تاجدار ولایت کے قدوم میمنت لزوم کے اثرات سے رحمت کی گھٹائیں سائبان بن گئیں، عراق کی سرزمین سے ظلمتیں چھٹ گئیں ہر سمت رشد و ہدایت کا اجالا پھیل گیا۔"

آپ کے روحانی تصرفات کی جلوہ سامانیاں تھیں کہ اسلام دشمن طاقتیں زیر ہو کر رہ گئیں۔ ان کے ناپاک خوابوں کے شیرازے بکھر کر رہ گئے، ان کے پرخطر منصوبوں پر پانی پھر گیا، اسلام پھر تازہ دم ہو کر چہار دانگ عالم میں پھولتا، پھلتا اور پروان چڑھتا نظر آنے لگا۔ آپ ہی کے دور میں مصری حکومتِ باطنیہ (جسے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مستطاب میں دولتِ خبیثہ تحریر فرمایا ہے) روبہ زوال ہوگئی۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ کے وصال پر ملال کے پانچ سال کے اندر اس کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے کالعدم ہو کر رہ گیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ مصر جہاں سے اسلام کو تہ و بالا کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں اور الحادی و بے دینی نظریات کو ہوا دی جا رہی تھی وہاں سلطان نور الدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے خدا ترس ہستیوں نے حضورِ تاجدارِ ولایت کے احیاءِ دین کے مشن کو چار چاند لگا دیا۔ ایک وقت وہ بھی آیا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے جد و جہد سے مسلمانوں کے قبلۂ اول بیت المقدس کی بازیابی عمل میں آئی۔

حضور تاجدارِ ولایت کے فیوض و برکات کے ایسے اجالے پھیلے کہ جس دور کو فرنگی مورخوں نے دنیائے اسلام کے لیے سیاہ دور قرار دیا تھا وہ دور انتہائی تابناک و پاکیزہ اور روحانیت خیز دور میں متبدل ہو گیا۔ نہ صرف یہ کہ آپ نے باطنیہ کو مات دی بلکہ قرامطہ، رفض اور اعتزال کو بھی مغلوبیت کے دہانے تک پہنچا دیا۔ آپ ہی کے روحانی اثرات کے جلوے تھے کہ سلجوقیوں کی خانہ جنگی کا یکسر خاتمہ ہو گیا اور ساتھ ساتھ علماء امرا اور عوام کے اندر ایک ایسا روحانی انقلاب رونما ہوا کہ ان کی زندگی کے لمحات رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے مشعلِ راہِ نجات بن گئے۔

اگر حیاتِ تاجدرولایت کا بالغائر مطالعہ کیا جائے تو اس حقیقت سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے احیاءِ دیں کی تحریک کو جامۂ تکمیل تو پہنایا ہی مگر اس کے پہلو بہ پہلو آپ نے اپنے خلفا اور تلامذہ کی بھی ایک ایسی بڑی جماعت تیار کی کہ جس نے آپ کے بعد بغداد ہی تک محدود نہیں بلکہ مشرق وسطیٰ سے لے کر ہندوستان و اسپین وافغانستان تک دینِ اسلام کا پرچم لہرادیا۔من جملہ اگر یہ کہا جائے تو قطعی غلط نہ ہوگا کہ آپ کے عہدِ زریں سے لے کر آج تک پوری دنیا میں جو مذہبِ اسلام کی تابندگی نظر آرہی ہے۔ یہ فیض ہے حضور تاجدارولایت کا اور ان کے تربیت یافتہ خلفا، تلامذہ اور معتقدین ومتوسلین کا۔

حضور تاجدارولایت سے دینِ اسلام کی شان وشوکت اور جاہ وحشمت ایسی دوبالا ہوئی کہ ہر طرف اسلامی اقدار کے جلوے نظر آنے لگے اور شریعتِ مطہرہ کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر ہونے لگا۔ ربِّ قدیر نے آپ کے اندر جہاں بے بہا کمالات ودیعت فرمائے تھے وہیں آپ کی زبان فیض ترجمان کو ایسا حلاوت انگیز اور اثرخیز بنایا تھا کہ آپ کی شاید ہی کوئی مجلس ایسی ہو جس میں آپ کے مواعظِ حسنہ سن کر یہودی وعیسائی حلقہ بگوشِ اسلام اور فساق وفجار تائب نہ ہوئے ہوں۔ چنانچہ شیخ عمر الکیمانی فرماتے ہیں۔آپ کی ہر متبرک مجلس ایسی ہوتی تھی کہ جس میں یہود ونصاریٰ آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوتے اور راہزن، قاتل، فسادی اور سوئے اعتقاد رکھنے والے توبۂ نصوح کر کے تقویٰ شعار بن جاتے۔

صاحبِ قلائدالجواہر نے حضور تاجدارِولایت کا فرمانِ ذیشان یوں قلمبند فرمایا ہے کہ آپ فرماتے ہیں، بلاشبہ میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زیادہ یہودی ونصاریٰ اور ایک لاکھ سے زیادہ فساق وفجار کو توبہ کی توفیق رفیق نصیب ہوئی۔ بہجۃ الاسرار شریف میں ایسے ایسے واقعات درج ہیں کہ جن سے یہ بات روزِروشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ من جانب اللہ یہودیوں اور عیسائیوں کو حکم ہوتا کہ اب بلا تاخیر و بلاچوں وچرا بغدادِمقدس جا کر شیخ عبدالقادر جیلانی کے دستِ اقدس پر تائب ہوکر داخلِ اسلام ہوجاؤ۔

بہت سے عیسائی اور یہودی مشرف بہ اسلام ہوکر باضابطہ برملا اس بات کا اظہار بھی کرتے جیسا کہ ایک مرتبہ عرب کے تیرہ عیسائیوں نے حضور تاجدارِولایت کے دستِ حق پرست پر ایمان لانے کے بعد بھری محفل میں اس امر کا یوں انکشاف کیا کہ جب ہمارے دلوں میں اسلام کی حقانیت راسخ ہوگئی تو ہم یہ سوچ کر متردد ہورہے تھے کہ کس کے ہاتھ پر قبولِ اسلام کیا جائے تو ایک دن ہم نے غیب سے یہ آواز سنی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ لوگو! فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں سیدھے بغداد مقدس چلے جاؤ اور وہاں شیخ عبدالقادر جیلانی کے دستِ حق پرست پر حلقہ بگوشِ اسلام ہوجاؤ۔ساتھ ہی بڑے واضح انداز سے یہ آواز بھی آئی ''یہی وہ ذاتِ ستودہ صفات ہے جو تمہارے دلوں کو دولت ایمان سے لبریز کردے گی اور ایسی دولت ایمان کا حصول کہیں اور ممکن نہیں۔

اسی طرح قلائدالجواہر کے اٹھارہویں صفحہ میں ایک انتہائی معمر سنان نامی عیسائی پادری کا واقعہ یوں درج ہے کہ اس نے یہ تہیہ کرلیا تھا کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں گا جو اس وقت پوری روئے زمین پر سب سے بہتر اور سب سے زیادہ متقی و پرہیز گار ہوگا۔ایسی شخصیت کی تلاش وجستجو میں وقت گذرتا گیا مگر ایک دن اس کا نصیبہ جاگ اٹھا۔وہ عالمِ رویا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیدار سے باریاب ہوا تو آپ نے فرمایا اے سنان! بغداد مقدس جا اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کیوں کہ وہ اس وقت اس روئے زمین پر سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔ بالآخر ہوا یوں کہ سنان نے خواب سے بیدار ہوکر بلا تاخیر بغداد مقدس کا سفر کیا اور حضور تاجدارِولایت کی مجلسِ وعظ میں حاضر ہوکر آپ کے دستِ مبارک پر قبول اسلام کیا اور حاضرینِ محفل کے سامنے من وعن اپنے خواب والا واقعہ سنایا۔

واضح رہے کہ حضور تاجدارِولایت کی مجلسِ وعظ انتہائی اثرانگیز روحانی وعرفانی مجلس ہوا کرتی تھی۔ ایسی مجلس جس میں نہ صرف یہ کہ عوام الناس کی حاضری ہوا کرتی تھی بلکہ اس دور کے متبحر علماء ومقتدر فقہا اور معزز محدثین کے علاوہ ملائکہ مقربین، اولیائے کاملین اور انبیا و

اداریہ

مرسلین بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ میرے اس دعوے کی پشت پناہ اخبار الاخیار کی مندرجہ ذیل عبارت ہے جس میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

" آپ کی بابرکت مجلس میں جملہ اولیاء کرام، انبیاء عظام جسمانی حیات اور ارواح کے ساتھ اور جن و ملائکہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی آپ کی تربیت اور آپ کے مواعظِ حسنہ کی تائید و توثیق کے لیے اپنی تجلیات کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت شیخ علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں ''حضرت رحمۃ الاعالمین صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ اجمعین نیز از برائے تربیت وتائید تجلی می فرمودند''۔ علاوہ ازیں آپ کی اکثر مجلسوں میں بسا اوقات حضرت خضر علیہ السلام بھی جلوہ طراز ہو کر مشائخ کرام سے یوں کہہ کر آپ کی مجالس میں شرکت کی دعوت بلیغ دیتے رہے، ''جو فلاح و بہبود کا متمنی ہے اسے چاہیے کہ حضور تاجدار ولایت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں اپنی حاضری کو دوامی بنائے۔"

بہجۃ الاسرار شریف کی روایات کے مطابق کئی ایک صاحب کشف بزرگوں نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے رسول گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مع دیگر انبیائے کرام علیہم السلام حضور تاجدار ولایت کی مجلسِ وعظ میں جلوہ فگن ہوتے مشاہدہ کیا جیسا کہ حضرت ابو سعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں، ''میں نے رسول ہاشمی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلسِ پاک کو رونق بخشتے دیکھا ہے۔

نہ صرف یہ کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ میں اپنی تجلیات بکھیریں اور آپ کے مواعظ حسنہ کی تائید و توثیق فرمائی بلکہ آپ پر افتخار بھی فرمایا جیسا کہ ''قلائد الجواہر'' کے اندر مذکور ہے کہ حضور تاجدارِ ولایت خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں یادِ خدائے لم یزل میں مستغرق و منہمک بیٹھا ہوا تھا ناگہاں میری تقدیر کی کلیاں کھل اٹھیں اور میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اس طرح باریاب ہوا کہ آپ ایک سواری پر جلوہ طراز تھے اور آپ کی دوسری جانب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ اسلام بھی رونق افروز تھے۔ آپ نے ازراہِ محبت حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ اسلام سے استفسار فرمایا ''اے موسیٰ! کیا آپ کی امت میں میرے عبدالقادر کی طرح بھی کوئی ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے برجستہ بلا تامل عرض کیا یا حبیب اللہ! نہیں آپ کا عبدالقادر اپنی مثال آپ ہے، پھر اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے خلعت سے نوازا۔

آپ کے درجات و مراتب کا احاطہ کرنا محال نہیں تو ناممکن ضرور ہے۔ ایسی شخصیت کی عظمت شان کی تحدید بھلا کیسے کی جا سکتی ہے جس کی مجلس وعظ میں خود سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام و ملائکہ عظام علیہم اسلام جلوہ ریزی فرمائیں اور اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جن کو لاثانی فرمائیں۔ اس قدر اعلیٰ شان و شوکت کے باوجود آپ کے زہد و تقویٰ اور حزم وورع کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابوالفتح ہروی جنھوں نے آپ کی خدمتِ اقدس ایک طویل عرصہ گذارا ان کا قابلِ صد تحسین و تقلید بیان ہے'' میں نے حضور تاجدارِ ولایت کی بارگاہِ گہربار میں چالیس سال کی لمبی مدت گذاری میں نے ان سے بڑھ کر کسی اور کو خداترس عابد و زاہد نہیں دیکھا۔ آپ کی عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ میں نے حضور والا شان کو چالیس سال تک متواتر بلاناغہ عشا کے وضو سے نمازِ فجر ادا کرتے دیکھا۔

حضور تاجدارِ ولایت کے ذوقِ عبادت کا منفرد و اسلوب دیکھنا ہے تو اخبار الاخیار میں مرقوم مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ کریں، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں کہ حضور تاجدار ولایت پندرہ سال تک ہر رات ایک قرآن پاک ختم کرتے رہے۔ آپ کی رفعت و منزلت سے متعلق آپ کا قول انتہائی درس خیز، سبق آموز اور ایمان افروز ہے۔ شیخ محمد قائد الاوانی فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے حضور تاجدارِ ولایت سے بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ سوال کیا کہ حضور! آپ کے رفیع الشان درجات کا سبب خاص کیا ہے؟ آپ نے جو

اداریہ

جواب عنایت فرمایا اسے پڑھنے کے بعد اگر اس پر مسلمان صحیح معنوں میں اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہو جائے تو وہ نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو ہزاروں گناہوں سے محفوظ و مامون کرسکتا ہے بلکہ اسے رب کائنات کے حصول قرب ورضا میں بے حد آسانیاں ہوسکتی ہیں۔

حضور تاجدارِ ولایت نے آپ سے پوچھے گئے سوال ''آپ کے رفیع الشان درجات کا سبب خاص کیا ہے؟'' کا جواب چند لفظوں میں یوں مرحمت فرمایا کہ میری عظمت وحشمت کی وجہ خاص صرف اور صرف صدق وصفا ہے۔آپ نے تشریحاً مزید فرمایا کہ میں نے مکتب میں پڑھنے کے زمانے سے لے کر آج تک کبھی بھی کذب بیانی سے کام نہیں لیا۔ میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو جھوٹ جیسی متعدی الذنوب پر خطر عادتِ قبیحہ سے یکسر دور ونفور رکھا۔

حضور تاجدارِ ولایت کا جھوٹ سے اجتناب کا ہی اثر تھا کہ جب آپ اپنی والدہ ماجدہ ام الخیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجازت لے کر حصول علم کی غرض جیلان سے بغداد تشریف قافلہ کے ہمراہ چلنے لگے تو سرِ راہ ہمدان کے آگے ڈاکوؤں کے ایک خطرناک گروہ نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ ایسے موقع پر آپ کی راست گوئی سے نہ صرف یہ کہ قافلہ والوں کا لٹا ہوا مال مل گیا بلکہ ڈاکوؤں کے سردار سمیت تمام ڈاکو آپ کے دستِ حق پرست پر تائب ہو کر واصلین باللہ کی نورانی صف میں شامل ہوگئے۔ صاحب بہجۃ الاسرار نے اس واقعے کے اختتامی بیان میں ڈاکوؤں کے سردار کا جو درس خیز جملہ تحریر فرمایا ہے وہ قابل سماعت ہونے کے ساتھ ساتھ قابل تقلید وعمل بھی ہے۔

جب حضور تاجدارِ ولایت نے ڈاکوؤں کے سردار کے سوال پر بلا جھجھک چالیس دینار کا پتہ یہ کہتے ہوئے بتایا کہ گھر سے چلتے وقت اپنی مادرِ مشفقہ سے جھوٹ نہ بولنے کا میں نے عہد و پیمان کیا تھا تو ڈاکوؤں کے سردار کے اندر رقت طاری ہوگئی اور نمدیدہ ہو کر بولنے لگا صاحب زادے! تم کس قدر خوش بخت ہو کہ تم نے اپنی ماں سے کیے ہوئے عہد کی پاسداری کی اور حیف صد حیف ہم سالہا سال سے اپنے خالق حقیقی کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو روز صبح و شام توڑے جارہے ہیں۔

اس کا احساسِ ندامت اس طرح رنگ لایا کہ رب کائنات نے اسے توفیق بخشی اور وہ اپنے تمام ڈاکوؤں سمیت صدقِ دل سے تائب ہو کر میدانِ تسلیم ورضا کا شہسوار بن گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جھوٹ ایک انتہائی مذموم گناہ کبیرہ ہے۔ جھوٹ کی بنیاد پر انسان جہاں کئی ایک گناہوں کا مرتکب ہوجاتا ہے وہیں اپنوں اور غیروں کے سامنے بالکلیہ اپنا اعتماد کھو بیٹھتا ہے۔ ایک بار کسی کا جھوٹ اگر ثابت ہوجائے تو پھر وہ ہزاروں بار سچ بولے پھر بھی اسے سچا نہیں مانا جاتا۔

جہاں قرآنِ مقدس نے جھوٹوں پر لعنت بھیجی ہے وہیں کتب احادیث میں جھوٹ بولنے والوں پر سخت وعیدیں بھی آئی ہیں۔ حتیٰ کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھوٹ اور ایمان کو متضاد و متباین قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مشکوۃ المصابیح کے اندر حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں مرقوم ہے:

"عن صفوان بن سليم أنه قيل لرسول الله صلى الله عليه وسلم أيكون المؤمن جبانا؟ قال نعم. فقيل أيكون المؤمن بخيلا؟ قال نعم. فقيل أيكون المؤمن كذابا؟ قال لا. یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استفسار کیا گیا کہ کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے، آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر عرض کیا گیا کہ کیا مومن بخیل بھی ہوسکتا ہے، فرمایا ہاں۔ پھر سوال کیا گیا کہ کیا مومن جھوٹا بھی ہوسکتا ہے، فرمایا نہیں۔"

اس حدیث سے یہ بات مہر نیم روز کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ ایمان اور جھوٹ جمع نہیں ہوسکتے۔ اب اگر کوئی بندہ مومن کہلانے کے باوجود کذب بیانی کا خوگر ہوجائے اور جھوٹ بولنا اپنا شیوہ بنالے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے انسان کے ایمان میں کہیں نہ کہیں نقص ضرور ہے، بلفظِ دیگر یوں کہہ لیں کہ سچا اور پکا مومن وہ ہے جو راست بازی اختیار کرے اور کذب و دروغ سے خود کو دور ونفور رکھے۔ اسی طرح مسلم شریف کے اندر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إن الصدق بر وإن البر يهدي إلى الجنة . وإن الكذب فجور وإن الفجور يهدي إلى النار . یعنی کہ سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی موصل جنت ہوا کرتی ہے اور جھوٹ فسق وفجور ہے اور فسق وفجور انسان کو واصلِ جہنم کر دیتا ہے۔"

لگے ہاتھ ایک اور انتہائی درس خیز وعبرتناک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ ترمذی شریف میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إذا كذب العبد تباعد عنه الملكُ ميلاً من نتن ما جاء به۔ یعنی کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور ہٹ جاتا ہے۔

اگر تاریخ اسلام کا بالغائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات مترشح ہو جائے گی کہ بانئ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی دعوتِ حق کی بنیاد بھی صداقت پر رکھی۔ میرے اس دعوے کا پشت پناہ تاریخ کا وہ زریں موقع ہے جب رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو جمع فرما کر فاران کی چوٹی پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا تھا کہ مکہ والو! یہ بتاؤ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر تم پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات پر سرِ تسلیم خم کر دو گے؟ تو ایسے وقت میں سب کے سب نے بہ یک زبان ببانگ دہل یہ کہا تھا اے محمد! بلاشبہ بلا چوں و چرا اور بے جھجھک ہم آپ کی بات مان لیں گے کیوں کہ آپ ایسے امین وصادق ہیں کہ ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے دیکھا اور نہ سنا ہے۔ آپ کی امانت وصدقت کے سامنے پورا عرب کل بھی سر بہ خم تھا، ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

یہی وہ بانئ اسلام اور ان کے وفا شعار غلاموں کا لائقِ تقلید صدق وصفا سے معمور عمل ہے کہ جس کی بنیاد پر اسلام کی صداقت وحقانیت اپنے تو اپنے اغیار کے دلوں میں بھی پیوست ہوتی چلی گئی۔ آج بھی اگر ہم مسلمان راست بازی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیں تو پھر وہ دن دور نہیں کہ ہم ڈاکٹر اقبال کے مندرجہ ذیل شعر کے صحیح مصداق بن سکتے ہیں:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

حضور تاجدارِ ولایت من جانب اللہ محی الدین کے جلیل القدر منصب پر فائز تھے اور آپ نے تاحیات ظاہری احیاءِ دیں کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دیا۔ آپ نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا حق اپنے علم وفضل اور روحانی اقدار سے بخوبی ادا کیا۔

بلاشبہ آپ کے محیر العقول علم وفضل پر رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بے پایاں فیضان تھا۔ اخبار الاخیار کے اندر مندرج ہے حضور تاجدارِ ولایت کا علومِ عقلیہ ونقلیہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے دیدار سے باریاب فرمایا اور پوچھا اے عبد القادر! اب تمھارا سینہ علوم ومعارف کا گنجینہ بن چکا ہے۔ تمھیں خلق اللہ کو اپنے مواعظِ حسنہ سے مستفیض کرنا ہے۔ لہٰذا اب تم وعظ ونصیحت کا باضابطہ آغاز کرو۔ واضح رہے کہ یہ حضور تاجدارِ ولایت کی انتہائی خوش بختی تھی کہ آپ جہاں متعدد بار عالم خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے وہیں عالمِ بیداری میں بھی آپ کو یہ شرف حاصل ہوتا رہا۔ سرکارِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حکمِ وعظ پر آپ نے بصد ادب واحترام عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے والدین کریمین قربان ہوں۔ میں نے کئی بار چاہا کہ وعظ کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح کروں مگر یہ سوچ کر میں اپنی خواہش کو جامۂ تکمیل نہ پہنا سکا کہ بغداد میں عربی زبان کے بڑے بڑے ماہرین اور نامور فصحا وبلغا رہتے ہیں۔ مجھے عجمی ہونے کی بنیاد پر ان کے سامنے لب کشا ہونے میں جھجھک محسوس ہوتی ہے۔

اتنا سننا تھا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عبد القادر اپنا منھ کھولو۔ جوں ہی آپ نے اپنا منھ کھولا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے منھ میں سات بار لعابِ دہن ڈالا اور فرمایا کہ اب جاؤ بلا خوف وخطر وعظ ونصیحت کرو اور اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کے قلوب واذہان کو دینی تعلیمات سے سرشار ومعمور کرو۔ حضور تاجدارِ ولایت فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ قبلِ ظہر رونما ہوا اور جب

اداریہ

میں نماز ظہر سے فارغ ہوا تو مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تشریف لائے۔ آپ نے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح انتہائی شفقت آمیز انداز میں فرمایا اے عبد القادر! اپنا منھ کھولو، چنانچہ آپ نے سات مرتبہ کے بجائے چھ مرتبہ میرے منھ میں لعاب دہن ڈالا۔ میں نے عرض کیا حضور والا تبار! ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ نانا جاں نے سات بار اپنے لعاب دہن سے مجھے باریاب فرمایا مگر آپ نے چھ بار! اخیر اس میں کون سی حکمت پنہاں ہے۔

حضور تاجدارِ ولایت کے اس سوال پر کہ ''نانا جان نے سات بار اپنے لعابِ دہن سے مجھے باریاب فرمایا مگر آپ نے چھ بار! اس میں کون سی حکمت ہے؟'' مولائے کائنات نے فرمایا کہ رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کا ادب ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میں نے ایک بار کم لعابِ دہن ڈالا تاکہ ادب کا پاس بھی رہ جائے اور برابری کا شائبہ بھی پیدا نہ ہو۔

''بہجۃ الاسرار'' شریف میں یہاں تک مرقوم ہے کہ ایسے موقع پر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضور تاجدارِ ولایت پر اس قدر لطف و کرم فرمایا کہ لعابِ دہن سے نوازنے کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ فرماتے ہوئے خلعت سے بھی شرف یاب فرمایا کہ یہ خلعت تمہارے لیے دیگر اقطاب و اولیاء سے مخصوص ہے۔ حضور تاجدارِ ولایت فرماتے ہیں کہ ان تبرکات کا ایسا زریں اثر مرتب ہوا کہ میری محفلِ وعظ میں سامعین کی تعداد اس قدر بڑھنے لگی کہ بغداد کی جامع مسجد تنگ ہوگئی بالآخر لوگوں نے عیدگاہ میں میرے لیے منبر بچھایا۔

شیخ عبد الجبائی علیہ الرحمہ کا یہ قول قلائد الجواہر میں موجود ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضور تاجدار ولایت کی محفلِ وعظ میں کبھی بھی ستر ہزار سے کم مجمع نہیں ہوا بلکہ اس سے زیادہ مزید فرماتے ہیں کہ آپ کی عظیم الشان کرامت تھی کہ ستر ہزار کے مجمع کے اندر ہر فرد پہلی صف سے لے کر آخری صف تک آپ کی آواز یکساں سنا کرتا تھا۔

آپ کے مواعظِ حسنہ کے اثرات سے متعلق ہم نے سابق صفحے میں ذکر کیا ہے کہ آپ کی شاید ہی کوئی ایسی مجلس ہو جہاں یہود و نصاریٰ حلقہ بگوشِ اسلام اور فساق و فجار تائب نہ ہوئے ہوں۔ علاوہ ازیں علوم و معارف سے لبریز آپ کے بیانات سننے کے بعد سامعین پر ایسی وجدانی کیفیات طاری ہو جاتیں کہ فرطِ جذبات میں کوئی اپنا گریبان چاک کر لیتا تو کوئی اپنے کپڑے پھاڑ لیتا تو کوئی اپنا ہوش و حواس کھو بیٹھتا۔ آپ کی مجلسِ وعظ میں مذکورہ کیفیات اس وقت ظہور پذیر ہوتیں جب آپ اپنی مخصوص شانِ ولایت سے فرماتے ''قال تو ہو چکا اب حال کی طرف آیئے۔'' آپ کی روحانی و نورانی مجلس کا عالم یہ تھا کہ جب تک آپ وعظ فرماتے رہتے اس وقت تک پورے مجمع میں سکوت ہی سکوت ہوتا اور تمام سامعین پر اس قدر محویت حاوی رہتی کہ نہ کسی کو تھوک آتا نہ کوئی کھنکھارتا اور نہ کوئی کسی قسم کا کلام کرتا۔ سب کے سب ایسے ہمہ تن گوش رہتے کہ جیسے سب کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

شیخ عبد اللہ محمد بیان فرماتے ہیں کہ ''بوقت وعظ حضور تاجدارِ ولایت کی نگاہِ کیمیا کا اثر سامعین کے چہروں پر نہیں بلکہ دلوں پر ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کی اثر انگیز تقاریر سے لوگوں کے دلوں کی دنیا اس طرح بدل جاتی کہ پھر ان میں ذرہ برابر بھی آلائش باقی نہیں رہتی تھی۔ بلفظ دیگر یوں کہہ لیجیے کہ لوگوں کے قلوب و اذہان روحانیت و نورانیت کی آماجگاہ بن جاتے تھے۔

شہزادہ حضور تاجدارِ ولایت حضرت امام ابوبکر عبد العزیز فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی کے خلیفۂ اجل حضرت علی بن ہیتی نے بتایا کہ جب میرے والدِ مکرم وعظ و نصیحت کا آغاز اپنے مخصوص انداز میں الحمد للہ سے فرماتے تو محفل میں جتنی تعداد بشر کا و سامعین کی ہوتی تھی، اس سے کہیں بڑھ کر ایسے حضرات بھی شریک بزم ہوتے تھے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتے تھے۔ اس وقت جو بارانِ رحمت و نور کا دل نواز منظر ہوتا تھا وہ احاطۂ بیان میں لایا جا سکتا ہے اور نہ صفحۂ قرطاس پر صاحبِ بہجۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ جب دورانِ وعظ حضور تاجدارِ ولایت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو آپ بجائے فوری جواب عطا کرنے کے آپ فرماتے کہ مجھے اس مسئلے کی وضاحت و تفصیل کے لیے اجازت لینے دو۔ پھر آپ تھوڑی دیر اپنے سرِ انور کو جھکا کر توقف فرماتے اور

مسئلے کا ایسا شافی جواب مرحمت فرماتے کہ نہ صرف یہ کہ سائل کو اطمینان قلبی حاصل ہوجاتا بلکہ تمام سامعین عش عش کر اٹھتے۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک کوئی بات پیش نہیں کرتا جب تک مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اذن نہیں مل جاتا۔ گویا آپ کی گفتگو مشیتِ ایزدی کی آئینہ دار ہوا کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مواعظِ حسنہ کے اثرات سامعین کے قلوب واذہان میں مرتسم ہونے کے ساتھ ساتھ راسخ ہوجاتے۔ حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ میں نہ صرف یہ کہ انسانوں کی کثیر تعداد جمع ہوتی بلکہ جنات بھی جوق درجوق حاضر ہوتے تھے اور آپ کی بااثر تقاریر سے فیوض وبرکات کا خزانہ لے کر جاتے تھے۔ جس طرح آپ کے نصائح سے انسان کفر و شر سے تائب ہوتے وہیں جنات بھی آپ کی بارگاہ سے اپنے دلوں کو مصفی ومزکی بنا کر واپس ہوتے۔

چنانچہ شیخ ابوزکریا بن یحیٰ فرماتے ہیں کہ میرے والد مکرم کے حکم پر جنات حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے جنوں کو حاضر ہونے کا حکم صادر فرمایا مگر وہ بجائے فوراً حاضر ہونے کے تھوڑی دیر کے بعد حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے تاخیر وتوقف کی وجہ پوچھی تو جنوں نے بڑے ادب واحترام کے ساتھ جواباً عرض کیا حضور والا! آپ کی بارگاہ میں ہماری حاضری کی تاخیر کا سبب یہ تھا کہ جس وقت آپ نے ہمیں طلب فرمایا اس وقت ہم سب حضور تاجدارِ ولایت کی مجلسِ وعظ میں شریک تھے۔ انھوں نے مزید یہ کہا کہ آپ سے ہماری التجا ہے کہ برائے کرم ہمیں ایسے موقع پر نہ بلائیں جب حضور تاجدارِ ولایت وعظ ونصیحت کے گوہر گرانمایہ لٹا رہے ہوں۔ جنوں نے مزید کہا کہ جناب والا! ہم آپ کو یہ بھی بتادیں کہ حضور تاجدارِ ولایت کے مواعظِ حسنہ سے متاثر ہوکر ہزاروں کافر جن آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوچکے ہیں۔

حضور تاجدارِ ولایت کی انھیں خصوصیات کی بنیاد پر آپ کو غوث الثقلین سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ ثقلین کہتے ہیں جن و انس کو اور غوث کہتے ہیں فریادرس کو۔ گویا غوث الثقلین کا معنیٰ ہے جن وانسان کا فریادرس۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ آپ نے دو چار سال نہیں بلکہ چالیس سال تک متواتر وعظ ونصیحت فرمایا۔ اس چالیس سال کی مدت میں جہاں ہزاروں لاکھوں گم گشتہ انسان راہِ راست پر گامزن ہوئے وہیں جنوں کی کثیر تعداد بھی صراطِ مستقیم پر قائم ودائم ہوئی۔ حضور تاجدارِ ولایت کا ذکرِ جمیل تشنۂ تکمیل رہ جائے گا اگر آپ کے عظیم الشان اعلان ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے'' کا بیان نہ ہو۔

حضور تاجدارِ ولایت کے اس عظیم الشان اعلان سے متعلق حافظ ابوالعز عبدالمغیث بن حرب بغدادی فرماتے ہیں کہ آپ نے جب یہ اعلان فرمایا کہ ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے''، تو اس متبرک مجلس میں جہاں میں موجود تھا وہیں پچاس سے زائد عالی مرتبت مشائخ کرام بھی جلوہ افروز تھے جوں ہی آپ نے اعلان فرمایا تو سب سے پہلے آپ کے محبوب ترین خلیفہ حضرت شیخ علی بن ہیتی دیوانہ وار اٹھے اور آپ کے مقدس منبر کے پاس جا کر آپ کے قدم ناز کو اپنی گردن پر رکھ لیا۔ ان کے فوراً بعد مجلسِ مبارک میں موجود سارے مشائخ عظام نے اپنی اپنی گردنیں فرطِ عقیدت ومحبت کے ساتھ یہ کہتے ہوئے جھکالیں کہ ہاں بلاشبہ آپ کا مقدس قدم ہماری گردنوں پر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اس واقعہ کو کس قدر پیارے انداز سے شعری پیکر میں ڈھالا ہے ملاحظہ فرمائیں:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

حضور تاجدارِ ولایت کے اعلان پر صرف آپ کی مجلسِ پاک میں رونق افروز مشائخ عظام اور اولیا کرام نے گردنیں خم نہ کیں بلکہ جہاں جہاں اولیاءاللہ موجود تھے سب لبیک کہتے ہوئے سر بہ خم ہوگئے۔ یہ آپ کی بے مثال کرامت اور فقید النظیر عظمتِ شان کی روشن دلیل ہے۔

اداریہ

تفریح الخواطر میں مذکور ہے کہ آپ کے اس اعلان کے وقت خواجۂ خواجگاں، شاہِ ہندوستاں، عطائے مصطفیٰ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ خراسان کے پہاڑ پر خالق کائنات کی عبادت میں مستغرق ومنہمک تھے۔ یہ چنداں بتانے کی ضرورت نہیں کہ خراسان کا وہ پہاڑ (جو ایران میں ہے) بغدادِ معلّٰی سے کتنے فاصلے پر تھا مگر اس کے باوجود حضور تاجدارِ ولایت کا اعلان آپ نے صرف سنا ہی نہیں بلکہ سنتے ہی فوراً اپنے سرِ مبارک کو زمین پر رکھ دیا اور فرمایا حضور والا! آپ کا مقدس قدم معین الدین کے گردن پر ہی نہیں بلکہ اس کے سر اور آنکھوں پر ہے۔ حضور خواجۂ خواجگاں کی طرح حضرت بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمہ نے بھی آپ کے اعلان کو سن کر فرمایا تھا کہ بے شک آپ کا قدم صرف گردن ہی کیا بلکہ میری آنکھوں پر ہے۔

بہجۃ الاسرار میں حضرت شیخ عدی بن مسافر جن کا اکابر اولیاء میں شمار ہوتا ہے کا بیان کچھ اس طرح مذکور ہے کہ حضور تاجدارِ ولایت کے اس اعلان پر اس وقت تین سو اولیاء اللہ اور سات سو رجالِ غیب نے جن میں بعض زمین پر بیٹھنے والے اور بعض ہوا میں اڑنے والے تھے بلا توقف سب نے اپنی اپنی گردنیں جھکا لیں۔

گذشتہ صفحے میں ہم نے جو باتیں بیان کی ہیں ان کا تعلق حضور تاجدارِ ولایت کے دور کے اولیاء اللہ سے تھا لیکن آپ کے علوِ مرتبت کا یہ عالم ہے کہ آپ کے اس اعلان کے تقریباً دو سو سال قبل سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب عالمِ کشف میں فرمایا تھا ''اس کا قدم میری گردن پر ہے تو یہ سن کر آپ کے حلقۂ ادارت میں موجود لوگوں نے عرض کیا حضور! کس کے بارے میں فرما رہے ہیں؟ کون کس کا قدم! ہم نے کچھ سمجھا نہیں برائے کرم للہ اس کی وضاحت فرمادیں کیوں کہ ہم نے آپ کو بڑے ہی پر جوش لہجے میں متعدد بار یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''اس کا قدم میری گردن پر ہے''، ''اس کا قدم میری گردن پر ہے''۔ حضرت سید الطائفہ نے جواباً ارشاد فرما کہ سنو آج سے دو سال بعد شیخ عبد القادر جیلانی بغداد میں یہ اعلان فرمائیں گے کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور میں ابھی سے یہ اعترافاً کہہ رہا ہوں کہ ان کا قدم میری گردن پر ہے۔

حضور تاجدارِ ولایت کے اس عظیم الشان اعلان پر جہاں جملہ اولیاء اللہ نے اپنی گردنیں جھکا لیں وہیں تاریخ وسیر کی کتابوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے اعلان کی تصدیق ملائکہ نے بھی کی جیسا کہ ''بہجۃ الاسرار'' میں مندرج ہے کہ شیخ بقا بن بطور رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا شمار ابدال میں ہوا کرتا تھا فرماتے ہیں کہ جب شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''قدمی ہٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے فرمایا تو اس وقت ربِ کائنات کے نوری ومعصوم ملائکہ نے آپ کے ارشاد کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا صدقت یا عبد اللہ یعنی اے اللہ کے بندے آپ نے سچ فرمایا۔

اسی طرح اسی بہجۃ الاسرار میں شیخ خلیفۃ الاکبر علیہ الرحمۃ والرضوان کے معتبر ومقدس خواب کا بیان مذکور ہے کہ حضور تاجدارِ ولایت کے اعلان (میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے) کے فوراً بعد رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اعلان کی توثیق وتائید یوں فرمائی "صدق الشیخ عبد القادر فکیف لا وھو القطب وانا ارعاہ۔ یعنی شیخ عبد القادر نے سچ کہا اور وہ ایسا کیوں نہ کہیں جب کہ وہ قطب دوراں ہیں اور میں ان کا نگہدار ہوں۔"

اس روایت کے سلسلے میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ خواب کی بات ہے لہٰذا ضروری نہیں کہ یہ صادق بھی ہو کیوں کہ خواب تو خواب ہوتا ہے اسے معتبر کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس تناظر میں پہلی بات تو یہ ہے کہ خواب جہاں برے ہوتے ہیں وہیں اچھے بھی ہوتے ہیں۔ صحیحین شریفین میں دونوں قسم کے خوابوں سے متعلق صحابیٔ رسول حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث یوں موجود ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الرؤیا الصالحۃ من اللہ، والحلم من الشیطان۔ یعنی اچھا خواب من جانب اللہ ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے۔ برے خواب دیکھنے پر بندے کو کیا کرنا چاہیے اس بابت بھی مسلم شریف کے اندر رسولِ گرامی

قدر صلی اللہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے: اذا رای احد کم الرویا یکرھھا فلیبصق عن یسارہٖ ثلثاً ویستعذ باللہ من الشیطان ثلثا ولیتحول عن حنبہ الذی کان علیہ ۔ کہ جب تمھیں کبھی برا خواب نظر آئے تو بیدار ہو کر بائیں جانب تین بار تھوک دیا کرو اور تین مرتبہ تعوذ یعنی شیطان لعین سے ربِ کائنات کی پناہ طلب کر کے کروٹ بدل دیا کرو۔

یہ ساری باتیں برے خوابوں سے متعلق تھیں اب رہا اچھے خواب کا معاملہ تو یاد رہے کہ اچھے خوابوں کی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عظمتیں بیان کرنے کے پہلو بہ پہلوان کی تحسین بھی فرمائی ہے۔ جیسا کہ صحیحین شریفین کے اندر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا: الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ وار بعین جزء من النبوۃ ۔ یعنی کہ اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

اس بندۂ مومن کی خوش نصیبی کا کیا کہنا جو اپنے خواب میں تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شادکام ہو۔ یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشیں رہے کہ یوں تو شیطان کسی کی بھی شکل اختیار کیے ہمارے خواب میں وارد ہو سکتا ہے لیکن رسولِ گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل ہرگز ہرگز اختیار نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بڑے واضح انداز میں ارشاد فرمایا: من رٰانی فی المنام فقد رٰانی۔ کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا بلاشبہ یقیناً اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔ بطورِ استدلال صحیح البخاری کی وہ حدیث پیش کی جاسکتی ہے جس میں آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا: من رانی فی المنام فقد رانی، فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی۔ کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

حضور تاجدارِ ولایت کے اس اعلان پر کہ ”میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے“ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی توثیق و تصدیق بلاشبہ درجۂ اعتبار رکھتی ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ آپ کو خواب میں دیکھنا آپ ہی کو دیکھنا ہے پھر دیکھنے والے کی شخصیت کوئی معمولی شخصیت نہیں بلکہ ایک ایسے دیکھنے والے نے اپنے خواب کا ذکر کیا جو بحر ولایت کا غواص و شناور ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسی توثیق و تصدیق سے متاثر ہو کر تحدیثِ نعمت کے طور پر حضور تاجدارِ ولایت نے اپنے شہرۂ آفاق قصیدہ قصیدۂ غوثیہ میں فرمایا:

مقامکم العُلی جمعاً وّلکن
مقامی فوقکم مازال عال

ولّانی علی الاقطاب جمعاً
فحکمی نافذ فی کل حال

وکل ولی لہٗ قدم وانّی
علی قدم النبی بدر الکمال

ترجمہ: اے اولیاءِ کاملین! تم سب کا مقام و مرتبہ بلندی پر ہے لیکن میرا مقام ازازل تا ابد تم سب سے بلند تر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے جملہ اقطاب پر حد درجہ فائق بنایا ہے یہی وجہ ہے کہ میرے احکام ہر حال میں جاری وساری رہتے ہیں۔ ہر ولی کسی نہ کسی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمِ مقدس پر ہوں۔

قلائد الجواہر میں مندرج ہے کہ ۳؍رمضان المبارک ۵۹۹ھ میں حضرت شیخ حیات بن قیس الحرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جامع مسجد میں ایک بھرے مجمع کے سامنے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ حضور تاجدارِ ولایت کے اس ارشاد ”میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے“ پر اولیائے کاملین کا بلا تامل اپنی گردنوں کو جھکا لینا اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ اس نے اس کے صلے میں نہ صرف یہ کہ ان کے قلوب واذہان کو بے بہا انوار و تجلیات سے معمور کر دیا بلکہ ان کے علوم میں اضافہ فرماتے ہوئے ان کے درجات و مراتب کو بلند سے بلند تر فرما دیا۔

اداریہ

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اعلان ’’قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ‘‘ یقیناً من جانب اللہ تھا اور اس اعلان کے وقت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے پاس کس طرح خلعت بھیجی اور اولیاء اولین وآخرین کا کس طرح عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا اس سلسلے میں سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ مترجم کی ۲۸ ویں جلد میں حضرت امام ابوسعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یوں نقل فرمایا ہے کہ جب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ’’قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ‘‘ تو اس وقت:

"تجلی الحق عزوجل قلبه و جائته خلعة من رسول الله صلی الله علیه وسلم علی یدطائفة من الملائکة المقربین و البساها بمحضر من جمیع الاولیا من تقدم منهم وما تاخر الاحیاء باجسادهم والاموات بارواحهم وکانت الملائکة ورجال الغیب حافین بمجسله واقفین فی الهوا صفوفا حتی استد الافق بهم ولم یبق ولی فی الارض الاحنا عنقه۔

یعنی اللہ عزوجل نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلبِ مبارک پر تجلی فرمائی اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ ملائکۂ مقربین کے ہاتھ ان کے لیے خلعت بھیجی اور تمام اولیا اولین وآخرین کا مجمع ہوا جو زندہ تھے وہ بدن کے ساتھ حاضر ہوئے اور جو انتقال فرما گئے تھے ان کی ارواح طیبہ آئیں۔ ان سب کے سامنے وہ خلعت حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنایا گیا۔ ملائکہ اور رجال الغیب کا اس وقت ہجوم تھا۔ ہوا میں صفیں باندھے کھڑے تھے۔ تمام افق ان سے بھر گیا تھا اور روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہ تھا جس نے گردن نہ جھکا دی ہو۔"

اسی فتاویٰ رضویہ میں حضرت خضر علیہ السلام کا قول سیدنا غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلے میں مرقوم ہے کہ آپ نے حضرت ابومحمد بن عبد بصری کے سوال پر کہ مجھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے حال کے بارے میں بتائیے فرمایا؛ ھو فرد الاحباب وقطب الاولیاء فی ھذا الوقت۔ یعنی حضرت شیخ عبدالقادر تمام محبوبوں میں فقید النظیر اور تمام اولیا کے قطب ہیں آپ نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ولی کو کسی مقام تک نہ پہنچایا جس سے اعلیٰ مقام شیخ عبدالقادر کو نہ پلایا ہو نہ کسی حبیب کو جامِ محبت پلایا جس سے خوشگوار تر شیخ عبدالقادر نہ پیا ہو، نہ کسی مقرب کو کوئی حال بخشا کہ شیخ عبدالقادر اس سے بزرگ تر نہ ہو۔ اللہ نے ان میں اپنا وہ راز ودیعت رکھا ہے جس سے وہ جمہور اولیا پر سبقت لے گئے۔

اخیر میں حضرت خضر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ’’وما اتخذ اللّٰہ ولیا کان اویکون الا وھو متادب معہ الیٰ یوم القیمۃ۔ یعنی اللہ نے جتنوں کو ولایت دی اور جتنوں کو قیامت تک دے سب شیخ عبدالقادر کے حضور ادب کیے ہوں۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلے میں مذکورہ باتوں سے آپ کی رفعتِ شان مہر نیم روز کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔ آپ کی فعتِ شان پر اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی کہ آپ نے فرمایا کہ ’’انا شیخ الکل‘‘ یعنی میں سب کا پیر ہوں۔ اس سلسلے میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے فتاویٰ رضویہ میں ولی جلیل حضرت علی بن ادریس یعقوبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول درج کیا ہے کہ آپ خود کہتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر کو فرماتے ہوئے سنا ’’الانس لھم مشائخ والملائکۃ لھم مشائخ وانا شیخ الکل۔ یعنی انسانوں کے لیے پیر ہیں، فرشتوں کے لیے پیر ہیں اور میں سب کا پیر ہوں۔

برخلاف اس کے اگر کسی نے حضور تاجدارِ ولایت کے اعلان وارشاد پر اپنے سر کو خم نہ کیا یا سر بہ خم ہونے میں تامل کیا تو پھر یا تو اس کی ولایت سلب کرلی گئی یا اس کا حال دگرگوں ہوتا چلا گیا۔ اس سلسلے میں قلائد الجواہر کے اندر ایک بہت بڑے صاحبِ کشف بزرگ کا قول یوں مذکور ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ جہاں میں نے حضور تاجدارِ ولایت کے ارشاد پر مشرق میں جلوہ فگن جملہ اولیا کو اپنی گردنیں جھکاتے ہوئے ملاحظہ کیا وہیں ایک ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے آپ کے ارشاد پر سر بہ خم ہونے میں تامل کیا تو فوراً اس کا حال متغیر ہوگیا۔ اس قسم کے دیگر واقعات مستند تاریخ وسیر کی کتابوں میں ملتے ہیں جس سے یہ بخوبی ظاہر ہوجاتا ہے کہ جس کسی نے آپ

اداریہ

کے اعلان پر لبیک نہ کہا اسے بعد میں اپنے متغیر حالت پر کفِ افسوس ملنا پڑا۔

مذکورہ باتوں پر کسی کو ورطۂ حیرت میں پڑنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ حضور تاجدارِ ولایت نے یہ اعلان از خود نہیں کیا بلکہ آپ من جانب اللہ اس اعلان پر مامور تھے۔ ظاہر ہے جس نے بھی اس اعلانِ مامور پر لبیک کہتے ہوئے جبیں سائی کی وہ دونوں جہاں میں شادکام ہو گیا اور جس نے بھی اس کے برخلاف کیا وہ زیرِ عتاب آ گیا۔

ہمارے اس دعوے کا پشت پناہ حضرت شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ بہجۃ الاسرار میں مندرج ہے کہ ایک مرتبہ چند مشائخ کرام نے حضرت شیخ ابوسعید قیلوی سے حضور تاجدارِ ولایت کے اعلان "میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" سے متعلق استفسار فرمایا کہ حضور والا! کیا شیخ عبد القادر جیلانی نے یہ اعلان حکماً کیا تھا؟ حضرت شیخ ابوسعید قیلوی نے جواباً ارشاد فرمایا بلاشبہ یہ حکم من جانب اللہ تھا۔ آپ نے مزید یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ایسا اعلان قطبیت کے کامل ترین مقام پر دال ہوتا ہے، بلفظِ دیگر اس کا مفہوم یوں پیش کیا جا سکتا ہے کہ ربِ کائنات نے چونکہ حضور تاجدار ولایت کو کامل ترین مقام قطبیت وغوثیت پر فائز فرمایا تھا، اس لیے آپ نے اس ارفع واعلیٰ منصب ومقام کے تقاضے کے پیشِ نظر بحکم خداوندی یہ اعلان فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اس اعلان پر دیگر اولیاء اللہ کو حیرت ہوئی اور نہ انھوں نے اس کی تعمیل پر تامل وتردد کا مظاہرہ کیا، واضح رہے کہ جب ربِ کائنات کسی بات کا حکم دیتا ہے تو وہ حکم واجب العمل ہوتا ہے۔

حضور تاجدارِ ولایت کی ولادت باسعادت کے قبل بڑے بڑے اولیاء واقطاب نے اپنے کشف کی بنیاد پر واضح لفظوں میں وقوعِ اعلان، جائے وقوعِ اعلان اور معلنِ ذی شان کی باضابطہ نشاندہی فرما دی تھی۔ اس سلسلے میں حضرت ابوبکر بزاز نے دورانِ گفتگو شیخ عبد القادر جیلانی کا ذکرِ جمیل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ دن دور نہیں جب عراق میں اللہ کا ایک ایسا باعظمت محبوبِ خدا جلوہ گر ہوگا کہ جس کی شانِ ولایت کا چرچا چار دانگِ عالم میں ہوگا، اس کے سر پر ولیوں کی بادشاہت کا تاج زریں ہوگا اور وہ بغداد کی جامع مسجد میں کھڑے ہو کر برملا یہ اعلان کرے گا کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اس کے اس اعلان پر تمام اولیاء کاملین اس کی تصدیق کرتے ہوئے سربہ خم ہو جائیں گے۔ ربِ کائنات اس کے صلے میں ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرما دے گا اور جو تامل کرے گا وہ خائب وخاسر ہو جائے گا۔

بہجۃ الاسرار میں سلب احوال سے متعلق ایک نہایت عبرت ناک واقعہ شیخ ابوبکر بن حمامی سے متعلق مندرج ہے۔ یہ واقعہ حضور تاجدارِ ولایت کے غیر معمولی تصرفات پر روشن دلیل ہے۔ یاد رہے کہ اس واقعے کو کئی ایک اکابر اولیا نے بیان فرمایا ہے۔ ان میں خصوصی طور پر شیخ ابوسعود حریمی، شیخ علی بن ادریس یعقوبی اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے اسما قابلِ ذکر ہیں۔

واقعہ یوں ہے کہ حضرت شیخ ابوبکر کی شخصیت اپنے دور کی ایسی نابغۂ روزگار تھی کہ انھیں صاحبِ کشفِ قلوب کہا جاتا تھا۔ من جانب اللہ انھیں یہ ملکہ حاصل تھا کہ وہ دلوں کے احوال جان لیا کرتے تھے لیکن عدم احتیاط کی بنیاد پر وہ بعض منہیات شرعیہ کے مرتکب تھے۔ جب حضور تاجدارِ ولایت کو یہ بات معلوم ہوئی کہ تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ابوبکر! شریعت مطہرہ کو آپ سے کچھ شکایت ہے لہٰذا آپ میں جو شرعی کمیاں ہیں انھیں دور کر دیجیے۔ آپ کے کہنے کے باوجود ان میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ نتیجتاً حضور تاجدارِ ولایت کے اندر جلال طاری ہوا اور آپ نے ایک بار ان کے سینے پر یہ کہتے ہوئے ہاتھ مارا کہ ابوبکر کے احوال سلب کر لیے جائیں۔ آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ جملہ صادر ہوتے ہی چشم زدن میں ان کے سارے احوال سلب ہو گئے یہاں تک کہ جملہ احوال اور معاملاتِ سلوک سے انھیں یکسر محرومی ہو گئی۔ پھر وہ اسی حال میں بغداد مقدس سے کہیں اور چلے گئے۔

صورتِ حال یوں ہو گئی کہ وہ جب جب دوبارا بغداد مقدس آنے کا ارادہ کرتے تو اپنے منھ کے بل گر جاتے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اگر کوئی دوسرا شخص انھیں اٹھا کر بغداد مقدس کی طرف منھ کرنے کی کوشش کرتا تو وہ بھی اپنے منھ کے بل گر پڑتا۔ مزید برآں ان کی والدہ جب کبھی اپنے بیٹے سے ملنے کا ارادہ کرتیں تو وہ بھی گر پڑتیں اور جانے سے قاصر رہ جاتیں۔

اداریہ

بالآخران کی والدہ مضطرب و بے قرار ہو کر حضور تاجدارِ ولایت کی بارگاہِ بافیض میں آئیں اور اپنا اضطراب اس انداز سے بیان کیا کہ آپ کو ان کے حالِ زار پر رحم آ گیا اور فرمایا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ اب ہم انھیں بغداد آنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن خشکی یعنی زمین کے اوپر سے نہیں بلکہ زیر زمین سے تمہارے گھر کے کنویں میں آ کر وہ تم سے بات کریں گے۔ کئی مشائخ نے خود ملاحظہ فرمایا کہ جناب ابو بکر ہفتہ میں ایک مرتبہ بغداد مقدس زیرِ زمین سے آتے اور گھر کے کنویں سے اپنی والدہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرتے۔

یہ وہ سنہرا دور تھا کہ بغدادِ مقدس میں اولیاء کاملین کی ایک کثیر جماعت جلوہ فگن تھی۔ ان میں حضرت مظفر جمال کا اسمِ گرامی بھی بہت نمایاں تھا اور ساتھ ساتھ شیخ ابو بکر سے ان کی بڑی گہری دوستی بھی تھی۔ جب آپ کو شیخ کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ بے حد مضمحل ہو گئے اور ربِ کائنات کی بارگاہ میں بطریقِ الحام عرض کرنے لگے۔ بارالہٰ! تو اپنے کرم خاص سے شیخ ابو بکر کے احوال واپس فرما دے، لگے ہاتھ ایک انتہائی عبرت ناک و درس خیر واقعہ حضور تاجدارِ ولایت کی عظمتِ شان سے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔ یاد رہے کہ اس واقعے کے راوی کئی ایک نامور مشائخ عظام ہیں جیسا کہ آپ کی سیرتِ پاک سے متعلق لکھی گئیں مستند و معتبر کتابوں سے واضح ہے۔

میں نے پہلے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ جب حضور تاجدارِ ولایت کا بغدادِ مقدس میں ورودِ مسعود ہوا تو اس وقت بغداد مقدس کو علم و فضل کے اعتبار سے ایک مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ وہاں بڑے بڑے اولیاءِ کاملین اور علماءِ ربانیین کی ہر طرف جلوہ طرازیاں نظر آئی تھیں۔ ان قابلِ صدر احترام مقربین خدا میں حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی و اسمِ گرامی آفتابِ عالمتاب کی طرح درخشاں تھا۔ حضرت حماد کی رفعت و منزلت پر اس سے بڑھ کر دلیل کیا ہوگی کہ آپ کو اہل سیر مورخین نے حضور تاجدارِ ولایت کے استاذِ طریقت میں شمار کیا ہے، اگر بغدادِ مقدس کے اس دور کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے کہ کثیر اولیائے کرام کے اژدھام کے باوجود حضرت حماد کا حلقۂ ادارت بے حد وسیع تھا۔ آپ کی خانقاہ دیگر خانقاہوں سے مختلف وجوہات کے پیشِ نظر حد درجہ فائق تھی۔

حضور تاجدارِ ولایت اپنے عنفوان شباب کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ حضرت حماد اور ان کے مریدین و متوسلین کی معیت میں ایک بار میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کی غرض سے مسجدِ رصافہ جا رہا تھا۔ ان دنوں موسمِ سرما چل رہا تھا اور بڑی سخت سردی بھی تھی۔ سر راہ ایک نہر آئی اور ہم سب اس کے ساحل سے کشاں کشاں گذر رہے تھے کہ ناگہاں حضرت حماد نے مجھے اس نہر میں پھینک دیا۔ اس وقت میرے جسم پر صوف کے بھاری بھرکم کپڑے تھے۔ پانی میں بھیگ کر وہ انتہائی بوجھل ہو گئے۔ اس پر مستزاد یہ کہ شیخ اور ان کے احباب سب کے سب مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں نے جیسے تیسے خود کو سنبھالا اور بڑی تیزی کے ساتھ ہانپتا کانپتا نہر سے باہر آ کر مسجد رصافہ کی طرف پابہ رکاب ہو گیا۔ بفضلہ تعالیٰ وقت پر مسجد پہنچ گیا اور نماز جمعہ بھی ادا کر لی۔

نماز سے فراغت کے بعد اس سے پہلے کہ میں کچھ عرض کرتا حضرت حماد نے خود ہی فرمایا کہ عبدالقادر! مجھے غلط نہ سمجھنا۔ میں نے تمھیں نہر میں دانستہ پھینکا ضرور تھا مگر میری نیت میں ذرہ برابر بھی کھوٹ نہیں تھی۔ دراصل اس کا سبب یہ تھا کہ میں نے ربِّ کائنات کی عطا کردہ قوت بصیرت سے لوحِ محفوظ میں نوشتہ پڑھا تھا کہ عبدالقادر جیلانی خداوند قدوس کے فیض و کرم سے استقامت کے ایسے جبل شامخ ہوں گے کہ جاں گسل مصائب و آلام کے باوجود ان کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش نہیں آئے گی۔ میں نے تمہارے ساتھ جو کیا وہ فقط امتحاناً تھا۔ اب مجھے یقین کامل ہو گیا ذاتی مشاہدے اور تجربے کے آئینے میں کہ بلاشبہ آپ کی ذات ستودہ صفات استقامت کی کوہِ گراں ہے۔

بات آئی گئی ختم ہو گئی۔ شب و روز گذرتے رہے۔ گردشِ ایام کروٹیں بدلتی رہی۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ حضرت حماد داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے واصل الی الحق ہو گئے۔ حضرت حماد کے وصال کے بعد ایک بار حضور تاجدارِ ولایت ان کے مزار پرانوار پر حاضری دے کر جب باہر تشریف لائے تو آپ کے مبارک چہرے پر مسرت و اطمینان کے آثار ہویدا تھے۔ آپ کے رخِ زیبا سے تسکین و امن کی

روشنی پھوٹ رہی تھی۔ یہ نورانی منظر دیکھ کر دیگر زائرین جو اس وقت وہاں موجود تھے نے پوچھا! حضور! کیا بات ہے؟ آپ کے روئے انور کی بشاشت کہہ رہی ہے کہ ہو نہ ہو آج کوئی خاص چیز آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے ایسی خاص چیز کہ جس کے سبب آپ کو فرحت وسکون میسر آیا ہے۔حضور تاجدارِ ولایت نے اطمینان بخش لہجے میں ارشاد فرمایا ہاں! ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ لوگوں نے محسوس وملاحظہ کیا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ میں نے حضرت حماد کی قبر انور میں دیکھا کہ وہ ایک قیمتی چادر زیب تن کیے ہوئے ہیں۔ان کے سرِ مقدس پر ایک تاجِ زریں چمک رہا ہے۔ایک ہاتھ میں چاندی کے انتہائی جاذبِ نظر دستانہ اور اسی طرح پاؤں میں چاندی کے خوبصورت جوتے ہیں لیکن معاً یہ دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے، میرے ہوش اڑ گئے، میری حالت دگرگوں ہو گئی کہ ان کا ایک ہاتھ غائب ہے۔ میں نے انتہائی تعجب خیز وحیرت ناک انداز میں پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ میرے سوال پر حضرت حماد نے جواباً بتایا کہ عبدالقادر! بات ایسی ہے کہ تمھیں اچھی طرح یاد ہوگا کہ ایک دن تم جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے مسجدِ رصافہ جا رہے تھے۔میں اور میرے دیگر متوسلین ومعتقدین بھی تمہارے ہمراہ تھے۔

اثنائے راہ ایک نہر آئی اور میں نے تمھیں امتحاناً نہر میں پھینک دیا۔خدا شاہد ہے میری نیت میں ذرہ برابر بھی شر تھا اور نہ کوئی کھوٹ۔میرا ارادہ قطعی طور پر تمھیں ایذا پہنچانے کا نہیں تھا۔بھلا میں ایسا کر بھی کیسے سکتا تھا جب کہ مجھے اچھی طرح تمہارے مدارج علیا کا علم تھا۔رب کریم کے فیضان کرم سے مجھے تمھارے اوصاف حمیدہ سے مکمل آشنائی تھی۔مگر اس کے باوجود خداوند قدوس کو میرا یہ فعل اس قدر ناگوار گذرا کہ اس نے مجھے اُس ہاتھ سے عاری کر دیا جس ہاتھ سے میں نے تمھیں نہر میں پھینکا تھا۔لہٰذا تم خداوند کونین کی بارگاہ میں میرے لیے سفارش کرو کہ وہ مجھے معاف فرما دے اور میرا کھویا ہوا ہاتھ مجھے واپس کر دے۔حضور تاجدارِ ولایت نے زائرین سے مزید فرمایا کہ میں نے حضرت حماد کی یہ دل دوز اور جاں گسل روداد سنتے ہی فوراً رب لم یزل کی بارگاہِ بے نیاز میں دعا کی اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ میری دعا کے وقت پانچ ہزار اولیاء اپنی اپنی قبروں میں حضرت حماد کی سفارش کے لیے بارگاہ رب العزت میں کھڑے ہیں۔رب قدیر نے دعا قبول فرمائی اور انھیں ان کا ہاتھ حسب سابق واپس فرما دیا۔پھر حضرت حماد نے خوشی خوشی مجھ سے مصافحہ کیا۔

یہی وجہ ہے کہ آج میں بے حد فرحاں وشاداں ہوں اور اسی سبب سے آپ حضرات نے میرے چہرے پر بشاشت واطمینان کے چمکتے ہوئے آثار دیکھے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں تادمِ حیات تاجدارِ ولایت سیدنا غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیضان سے سرشار وبہرہ ور فرمائے، آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

□□□

ص ۲۲ر کا بقیہ..........

ہیں۔وہ دنیا کے سامنے مسکراتے ہیں تا کہ کسی کو ان کے زخم نظر نہ آئیں۔ایسے لوگوں کو تنقید نہیں، محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں نصیحت نہیں، احساس چاہیے ہوتا ہے۔

□□□

ص ۳۴ر کا بقیہ..........

اپنی صفوں کو جوڑ لیا تو کوئی طاقت ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی، لیکن اگر ہم اسی تفرقہ میں مبتلا رہے تو نقصان ہمارا مقدر بن جائے گا۔

□□□

ص ۴۵ر کا بقیہ..........

وحدیث کی کتب پر شروحات وحواشی بھی لکھے۔جن میں سے چند یہ ہیں: حاشیہ نسائی، حاشیہ مشکوٰۃ، حاشیہ طحاوی، التعلیقُ المُجَلّی علی مُنیۃِ المُصلّی، جامع الشواہد وغیرہ۔آپ کے نمایاں شاگردوں میں قطب مدینہ مولانا سید ضیاء الدین احمد مدنی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، استاذ الفقہاء مولانا مشتاق احمد کانپوری (جنہوں نے جامعہ صولتیہ مکہ شریف میں 15 سال تدریس فرمائی) اور دیگر کئی ایسے اکابر علمائے کرام شامل ہیں جن کے علم وفضل کی ایک دُنیا معترف ہے۔جاری□□□

اداریہ

از: مولانا محمد اشفاق عالم امجدی*

انسان زندہ لاش ہے تعلیم کے بغیر

خالق کائنات نے انسان کو شرفِ آدمیت، قوتِ فکر، نورِ عقل اور تاجِ خلافت سے نوازا۔ اسی انسان کی وجہ سے تہذیبوں کو جلا ملی، علوم نے فروغ پایا اور دنیا کی رونقیں قائم ہوئیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ انسان اپنی اصل عظمت اس وقت بھی برقرار رکھتا ہے، جب اس کے اندر علم کا نور بجھ جائے؟ ہرگز نہیں۔ علم کے بغیر انسان ایسا ہی ہے جیسے جسم روح کے بغیر! چلتا پھرتا مگر بے مقصد، سانس لیتا مگر بے روح، زندہ مگر حقیقت میں مردہ۔

اسی لیے کہا گیا "العلم حیاۃ۔ علم زندگی ہے" مزید فرمایا گیا "من صار بالعلم حیا لا یموت أبداً۔ جو شخص علم سے زندہ ہو گیا وہ کبھی نہیں مرے گا۔" علم زندگی کا چراغ، روح کا تنفس، انسانیت کی بنیاد اور کردار کی تعمیری قوت ہے۔ یہ وہ نور ہے جو دلوں کو زندہ کرتا ہے، ذہنوں کو بیدار کرتا ہے اور زندگی کی گھٹن زدہ فضا میں تازگی کی ہوا چلاتا ہے۔

فرمایا گیا ہے کہ "العلم خیر من العبادۃ۔ یعنی علم عبادت سے افضل ہے۔" کیونکہ عبادت بھی صحیح طور پر ادا کی جا سکتی ہے جب اس کی صحیح معلومات اور علم حاصل ہو، یوں علم مرکز و محور ہے، علم وہ دولت ہے جو بانٹنے سے بڑھتی ہے، جس پر نہ چوری کا خطرہ ہے نہ زوال کا اندیشہ۔ دنیا کی ہر شے زیادہ ہو کر ارزاں ہو جاتی ہے، مگر علم کی زیادتی صاحب علم کے مرتبے کو مزید بلند کرتی ہے۔

تعلیم کے بغیر انسان کی حالت ایسی ہے جیسے آنکھیں ہوں مگر روشنی نہ ہو، دل ہو مگر احساس نہ ہو، کان ہوں مگر فہم نہ ہو، زبان ہو مگر حکمت نہ ہو، قدم ہوں مگر سمت نہ ہو۔ وہ صرف حرکت کرتا ہے، مگر حقیقت تک نہیں پہنچتا۔ وہ دیکھتا ہے مگر پہچان نہیں رکھتا۔ وہ زمین پر چلتا ہے مگر اندھیرے میں ڈگمگاتا رہتا ہے۔ ایسا انسان نہ اپنے لیے مفید ہوتا ہے، نہ معاشرے کے لیے، نہ قوم کے لیے وہ بالآخر حقیقتاً زندہ لاش بن جاتا ہے۔ جہالت فرد کو تباہ کرتی ہے، جہاں علم نہ ہو وہاں فکر مر جاتی ہے، عقل ساکت ہو جاتی ہے، کردار ٹوٹ جاتا ہے، نسلیں گونگی اور اندھی ہو جاتی ہیں، خود اعتمادی خاک ہو جاتی ہے اور تہذیب کا سانس رک جاتا ہے۔ اسی حقیقت کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منسوب قول میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"لیس الجمال بأثواب تزیننا إن الجمال جمال العلم والأدب۔ خوبصورتی کپڑوں کی زینت سے نہیں، بلکہ اصل خوبصورتی علم اور ادب کی خوبصورتی ہے۔"

اور مزید فرمایا:

"لیس الیتیم الذی قد مات والدہ إن الیتیم یتیم العلم والحسب۔ یتیم وہ نہیں ہے جس کا باپ مر جائے بلکہ اصل یتیم وہ ہے جو علم اور حسب سے محروم ہو جائے۔"

دنیا کی تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ بڑے بڑے بادشاہ آئے اور مٹ گئے، ان کا نام تک باقی نہیں رہا؛ مگر جنہوں نے علم کا دامن تھاما وہ آج بھی زندہ ہیں، کیونکہ علم کبھی مرنے نہیں دیتا، علم آنے سے مہارت پیدا ہوتی ہے، سوچ پختہ ہوتی ہے، کردار نکھرتا ہے، اعتماد بڑھتا ہے، دل روشن ہوتا ہے، ذہن وسیع ہوتا ہے اور منزلیں آسان ہو سکتی ہیں۔ علم تلوار سے زیادہ طاقتور ہتھیار ہے، تلوار زخم دیتی ہے، علم زمانے کو بدل دیتا ہے۔

علم کے بغیر قومیں اور نسلیں چراگاہ بن جاتی ہیں۔ جہالت صرف ایک کمزوری نہیں بلکہ ایسی تاریکی ہے جو نسلوں کی آنکھوں سے بصیرت چھین لیتی ہے۔ جاہل قوم لاکھوں کی آبادی رکھتی ہو تب بھی وہ ایک خاموش قبرستان ہوتی ہے، جہاں نہ خواب جاگتے

اسلامیات

* مضمون نگار جامعہ مصباح العلوم کدمتلی پوکھریا مالدہ بنگال کے استاذ ہیں۔

ہیں، نہ سوچ سفر کرتی ہے، نہ رفعتیں ملتی ہیں، نہ عزت۔ علم کے بغیر انسان دوسروں کا غلام بن جاتا ہے۔ وہ دوسروں کے خیالوں کا پیروکار، دوسروں کی تہذیب کا محتاج، دوسروں کے اشاروں کا محکوم بن جاتا ہے۔

آج معلومات بہت ہیں مگر علم کم ہے، ہاتھ میں موبائل ہے مگر ذہن خالی، اسکرین روشن ہے مگر دل اندھیرا۔ معلومات سمندر کی طرح بہہ رہی ہیں مگر تعلیم کا نور ماند پڑتا جارہا ہے۔ معلومات ذہن کو پُر کرتی ہیں، مگر علم روح کو زندہ کرتا ہے۔ معلومات ہاتھ میں موبائل دیتی ہیں، مگر علم ہاتھ میں انقلاب دیتا ہے تعلیم صرف لکھنا پڑھنا نہیں سکھاتی بلکہ جینے کا سلیقہ دیتی ہے۔ علم عقل کو روشنی بخشتا ہے، قلب کو نور دیتا ہے، کردار کو مضبوط کرتا ہے اور زبان کو حکمت عطا کرتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علم حاصل کرنے کے بنیادی اصول یوں بیان فرمائے:

"اخی لن تنال العلم إلا بستة، سانبك عن تفصيلها ببيان ذكاء، حرص، اجتهاد، بلغة، طول زمان، وإرشاد استاذ۔ اے میرے بھائی! علم چھ چیزوں کے بغیر حاصل نہیں کرسکتے، جس کو میں تفصیل سے بیان کر دیتا ہوں (۱) ذہانت (۲) شوق (۳) محنت (۴) روزی و وسائل (۵) استاد کی رہنمائی (۶) وقت۔"

علم کی روحانی تاثیر کو اس شعر نے حقیقت کے آئینے میں واضح کر دیا ہے:

"العلم يحيي قلوب الميت كما تحيا البلاد اذا مامسها المطر۔ جس طرح بارش سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، اسی طرح علم مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔"

المختصر حقیقت یہی ہے کہ علم وہ نور ہے جس کے بغیر انسان ظلمت میں بھٹکتا ہے، نسلیں بے سمت ہو جاتی ہیں اور تہذیبیں مٹ جاتی ہیں۔ جس دل میں علم اتر جائے وہ زندہ ہو جاتا ہے، جس قوم میں علم آجائے وہ بیدار ہو جاتی ہے اور جس فکر سے علم پھوٹے وہ زمانے کا رخ موڑ دیتی ہے۔

□□□

ص ۳۳ رکابقیہ..........

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی (تمام) حدوں سے گزر جائے تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں (وہ) ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کُن عذاب ہے۔"

غور کیجیے! وراثت کے مسئلے میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت بھی سنائی اور جہنم کی وعید بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کوئی معمولی معاملہ نہیں بلکہ ایمان، تقویٰ اور آخرت سے جڑا ہوا مسئلہ ہے۔ آج کتنے ہی بھائی اپنی بہن سے کہتے ہیں" اگر تم نے حصہ مانگا تو ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں۔" کوئی کہتا ہے" عدالت جاؤ گی تو ہمیشہ کے لیے رشتہ ختم۔" کوئی جذباتی دباؤ ڈال کر بہن سے کاغذات پر دستخط کرا لیتا ہے اور کوئی دھوکے سے اس کا حق ہڑپ کر لیتا ہے۔

یاد رکھو! اگر دنیا کی عدالت سے بچ بھی گئے تو قیامت کی عدالت سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔ وہاں نہ سفارش چلے گی، نہ رشوت، نہ طاقت، نہ دولت، نہ جھوٹے گواہ۔ وہاں ہر مظلوم کو اس کا حق مل کر رہے گا۔ وہ بہن جس نے بچپن میں تمہیں گود میں کھلایا، تمہارے لیے دعائیں کیں، تمہاری خوشیوں پر خوش ہوئی، کیا اس کا صلہ یہ ہے کہ اس کے باپ کی چھوڑی ہوئی میراث بھی تم ہڑپ کرلو؟ اور اے والدین! اپنی اولاد کے درمیان ناانصافی کر کے دنیا سے نہ جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے بعد وراثت کے جھگڑے، مقدمے اور قطع رحمی تمہارے لیے بھی وبال بن جائیں۔ اپنی زندگی ہی میں اولاد کو اللہ کے احکام کی تعلیم دو اور وصیت کرو کہ مرنے کے بعد شریعت کے مطابق تمام وارثوں کو ان کا حق ضرور دیا جائے۔

یاد رکھئے! جائیداد تقسیم ہونے سے کم نہیں ہوتی، بلکہ انصاف سے برکت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ظلم کی بنیاد پر جمع کیا ہوا مال بظاہر بڑھتا ہوا نظر آئے، حقیقت میں وہ دنیا و آخرت کی تباہی کا سامان ہوتا ہے، اللہ ہمیں اپنا خوف عطا کرے، عدل و انصاف اور رحم کرنے کی توفیق عطا کرے، آمین ثم آمین۔

□□□

اسلامیات

از: رمضان رضا ماتریدی*

ہنستے چہروں کے پیچھے چھپا ہوا درد

لوگ اکثر سمجھتے ہیں کہ ڈپریشن صرف خاموشی کا نام ہے، اگر کوئی شخص تنہائی اختیار کرلے، کم بولے، یا ہر وقت اداس دکھائی دے تو فوراً کہا جاتا ہے کہ وہ ڈپریشن میں ہے۔ حالانکہ حقیقت اس سے کہیں زیادہ گہری، خاموش اور تکلیف دہ ہے۔ ہر خاموش انسان ڈپریشن کا شکار نہیں ہوتا اور ہر ہنستا ہوا چہرہ خوشی کی علامت نہیں ہوتا۔ بعض اوقات سب سے زیادہ مسکرانے والے لوگ ہی اندر سے سب سے زیادہ ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

اداسی ایک وقتی کیفیت ہے۔ انسان کسی ناکامی، جدائی یا پریشانی کی وجہ سے کچھ وقت کے لیے خاموش اور غمگین ہوجاتا ہے، اسی طرح بیزاری بھی زندگی کے دباؤ اور تھکن کی ایک صورت ہے، جب انسان کا کسی کام میں دل نہیں لگتا، کشمکش وہ حالت ہے جب انسان مختلف پریشانیوں اور فیصلوں کے درمیان الجھا رہتا ہے۔ مگر ڈپریشن ان سب سے مختلف ہے۔

یہ وہ خاموش جنگ ہے جو انسان اپنے ہی دل کے اندر لڑ رہا ہوتا ہے اور اکثر دنیا کو اس جنگ کی خبر تک نہیں ہوتی۔ ڈپریشن کا شکار انسان ہمیشہ خاموش نہیں ہوتا۔ کئی بار وہ محفلوں کی جان ہوتا ہے۔ سب کو ہنساتا ہے، سب کے غم بانٹتا ہے، ہر ایک کو تسلی دیتا ہے، مگر اپنے دل کے زخم کسی کو نہیں دکھاتا۔ وہ مسلسل ہنستا رہتا ہے تاکہ کوئی اس کی آنکھوں میں چھپی تھکن نہ پڑھ لے، وہ خوش دکھنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ لوگ اسے کمزور نہ سمجھیں۔

مگر حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اس کے اندر ایک طوفان چل رہا ہوتا ہے، جس کی آواز صرف وہ خود سن سکتا ہے۔ کبھی کبھی انسان اتنا ہنستا ہے کہ ہنسی کے درمیان آنکھیں نم ہوجاتی ہیں۔ مگر وہ فوراً انگلیوں کی پوروں سے آنسو صاف کرلیتا ہے تاکہ کسی کو احساس نہ ہو کہ یہ ہنسی دراصل ایک چیخ ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ خوش ہے، حالانکہ وہ اپنے درد کو صبر، شکر اور حوصلے کے پردے میں چھپا رہا ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کو سکون دیتا دیتا خود اندر سے بکھر چکا ہوتا ہے۔

آج کے دور میں یہ مسئلہ بہت بڑھ گیا ہے۔ لوگ جسمانی بیماریوں کو تو سمجھ لیتے ہیں، مگر ذہنی اور جذباتی تکلیف کو اکثر نظرانداز کردیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے دل کی بات کرنا چاہے تو اسے کمزور، حساس یا غیر ضروری سوچنے والا کہہ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ اپنے درد کو دل میں دفن کرکے جیتے رہتے ہیں۔ وہ دنیا کے سامنے مسکراتے ہیں، مگر رات کی تنہائی میں خاموشی سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اسلام انسان کو مایوسی نہیں، امید سکھاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ بے شک دشواری کے ساتھ اور آسانی ہے۔

یہ آیت صرف تسلی نہیں، بلکہ ایک وعدہ ہے۔ اللہ عزوجل بندے کو یہ یقین دلاتا ہے کہ مشکلات ہمیشہ نہیں رہتیں، اندھیری رات کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو، اس کے بعد صبح ضرور آتی ہے۔ انسان اگر صبر، دعا اور اللہ پر بھروسہ قائم رکھے تو ٹوٹا ہوا دل بھی دوبارہ جڑ سکتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے اردگرد موجود لوگوں کے چہروں کے پیچھے چھپے درد کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہر وقت ہنسنے والا انسان ضروری نہیں کہ خوش بھی ہو۔

کبھی کسی سے محبت بھرے انداز میں حال پوچھ لینا، اس کی بات خاموشی سے سن لینا، یا صرف اس کے ساتھ بیٹھ جانا بھی اس کے لیے بہت بڑی راحت بن سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض لوگ زندگی میں سب سے زیادہ مضبوط دکھائی دیتے ہیں، مگر اندر سے سب سے زیادہ تھکے ہوئے ہوتے بقیہ ص۱۹ ر پر

از: مولانا محمد مرزا غالب نقشبندی*

مسلک اعلیٰ حضرت! اہل سنت کی شناخت

اسلام دنیا کی ایک عظیم سچائی ہے قرآن حکیم اس سچائی کا دستور اساسی ہے اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دستور اساسی کی تفسیر وتشریح ہے، قرآن حکیم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی زندگی کے لیے بنیادی ماخذ، مینارہ نور اور شمع منزل ہے اسلام! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امانت کی شکل میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ملا اور اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ امانت منتقل ہوتے ہوئے نسلاً بعد نسل ہم تک پہنچی ہے۔ جس پاک امت کے توسط سے یہ امانت ہمیں حاصل ہوئی ہے اس کی شرافت و پاکیزگی، عدل وانصاف اور علمی بزرگی مسلم الثبوت ہیں، اس سلسلۃ الذہب کی کسی ایک کڑی پہ بے اعتمادی اور غیر یقینی کا اظہار پورے اسلامی نظام کو بگاڑنے کے مترادف ہے۔

بنام اسلام دنیا میں بے شمار جماعتیں اور تحریکیں کام کر رہی ہیں اور سب اسلامی اقدار وروایات کے تحفظ و پاسداری کا دعویٰ کرتی ہیں لیکن الحمدللہ حقائق وشواہد کے اجالے میں حق صرف اہل سنت وجماعت کے ساتھ ہے، اہل سنت وجماعت اسے کہتے ہیں جو" ما انا علیہ واصحابی " کا مصداق ہو، زمان ومکان اور حالات کے اختلاف سے اس کی تعریف مختلف ہوتی رہی ہے، لہٰذا عصر حاضر میں اہل سنت وجماعت کا تعارف" مسلک اعلیٰ حضرت" یا بریلوی سے کرنا تقاضائے وقت کے عین مطابق ہے۔

جس طرح اشعری اور ماتریدی، کہ جب معتزلہ، عنادیہ، لاادریہ فرق باطلہ نے اہل سنت وجماعت کے عقائد وافکار، شعار وضروریات میں بیجا حذف واضافہ اور کتر بیونت کرتے ہوئے تلبیس وفساد کا ایسا اودھم مچایا کہ اہل سنت کے اصل عقائد ونظریات بالکل گنجلک ہوگئے، گمراہیت وآزادروی کی عام وباسی چھوٹ پڑی مگر"ید اللہ علی الجماعۃ" کا اعزاز اس طرح ظاہر ہوا کہ حضرت ابوالحسن اشعری وامام ابومنصور ماتریدی نے تائید غیبی ونصرت خداوندی سے عقائد اہل سنت کو روشن وواضح فرما دیا پھر پوری دنیا جملہ مسلمانان اہل سنت وجماعت کو اشعری کہتے یا ماتریدی۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم اشعری یا ماتریدی کے نقش قدم پر چلتے ہیں جو اسلام کے عقائد ونظریات کے مددگار وامین ہیں، امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی نے نہ کوئی نئی بات گڑھی اور نہ کوئی الگ مذہب ایجاد کیا تھا بلکہ یہ حضرات اس مذہب کی حمایت کرنے والے تھے جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ تھے، اسی اعتبار سے ان کی طرف نسبت کی جاتی ہے کہ وہ سلف کے طریقے پر کمر بستہ ہوئے، اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور دلائل وبراہین قائم کیے اس لیے ان کی اقتدا کرنے والے اور دلائل میں ان کے نقش قدم پر چلنے والے کو اشعری یا ماتریدی کہا جاتا ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت اور بریلوی کہنے کا بھی یہی مطلب ہے کہ ہم اہل سنت وجماعت دلائل وبراہین میں اعلیٰ حضرت کے نقش قدم پر چلتے ہیں، اس لیے ہم مسلک اعلیٰ حضرت والے ہیں یا بریلوی! جس طرح کہ اشعری اور ماتریدی ماترید جگہ کا نام ہے لیکن تمام اہل سنت وجماعت اپنے آپ کو" ماتریدی" کہتے تھے، چاہے وہ کہیں کے رہنے والے ہوں، اسی طرح" بریلوی" کہ فاضل بریلوی کی اقتدا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے کو" بریلوی" کہا جاتا ہے۔

لہٰذا دور حاضر میں مسلک اعلیٰ حضرت اور بریلوی دونوں کا استعمال غیروں سے امتیاز اور جماعتی شناخت کے لیے لازم وضروری

* مضمون نگار کسیاری، پوٹھیا، کشن گنج، بہار کے متوطن ہیں۔

ہے، جیسا کہ اشعری، ماتریدی کا استعمال ماضی میں لازم وضروری تھا، عصر حاضر میں اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فکر ہی ہماری دینی وجماعتی شفافیت کی ضمانت ہے، اس سے ہٹ کر جو بھی راہ اختیار کی جائے گی وہ ہلاکت کی راہ ہوگی۔

مسلک اعلیٰ حضرت کوئی پانچواں یا نیا مسلک نہیں ہے بلکہ مسلک اعلیٰ حضرت اہل سنت وجماعت کا دوسرا شناختی نام ہے، ملکی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ باطل فرقوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے جب اپنی پیشانیوں پر اہل سنت و جماعت کا لیبل چسپاں کر لیے اور خود کو سنی، قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی سے متعارف کرانے لگے، جیسے وہابی، دیوبندی، مودودی، صلح کلی وغیرہ! ایسے حالات میں صحیح سنی کی شناخت کا مسئلہ شدت سے محسوس کیا جانے لگا، اپنے آپ کو صرف سنی اور اہل سنت کہنے سے ان بدمذہبوں سے امتیاز نہیں ہوتا تھا تو اس وقت کے علما و مشائخ نے ان تمام باطل فرقوں سے امتیاز کے لیے انتہائی غور و خوض کے بعد اہل سنت وجماعت کا ایک دوسرا شناختی نام اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کرتے ہوئے "مسلک اعلیٰ حضرت" کا انتخاب فرمایا، اس لیے کہ اعلیٰ حضرت نے تمامی اہل سنت کے ایمان وعقیدے کو باطل فرقوں کی ہر آمیزش سے بچایا ہے اور ہم تک وہی دین وہی مذہب وملت پہنچایا ہے جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین، شہدا، صلحا، اولیائے کاملین غوث وخواجہ کا دین تھا۔

نیز مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ نے ہمارے دلوں کو عشق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے روشن کیا ہے اور ملت پہ ان کا یہ ایک ایسا احسان ہے جس کے شکریے کے لیے عمریں درکار ہیں۔ فاضل بریلوی نے تیز آندھیوں کی زد پہ چراغ حق وصداقت کو روشن کیا اور اس کی حفاظت کے لیے ہر طرح کا سامان فراہم کیا ہے، لہٰذا اب وہی سنیت قابل قبول ہوگی جس پر مسلک اعلیٰ حضرت کی مہر لگی ہو۔

آج ملی وقار وعظمت پہ جب بھی کوئی فرد جاہل یا فرقہ ہائے باطل غلط نگاہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو ہم فاضل بریلوی کی فراہم کردہ سامان سے اس کا دفاع کرتے ہیں۔ رب کریم ہم تمامی اہل سنت کو مسلک حق مسلک اعلیٰ حضرت پر تادم حیات قائم ودائم فرمائے آمین۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

□□□

ص ۵۲ کا بقیہ.......................

ہماری مجلس میں وہ شخص نہ بیٹھے جو قاطع رحم ہو، (تو حاضرین میں جو ایسا ہو) اسے ہمارے پاس سے اٹھ کے چلا جانا چاہئے۔ یہ سن کر کوئی نہیں اٹھا، صرف ایک آدمی جو حلقہ کے بالکل کنارے پر بیٹھا تھا اٹھا (اور چلا گیا) اسے زیادہ دیر نہیں لگی کہ جلدی ہی واپس آ گیا۔ تو اُس سے حضور نے دریافت فرمایا: تیرے علاوہ حلقہ سے اور کوئی نہیں اٹھا، تجھے کیا ہوا؟ (یعنی وجہ بیان کر) انہوں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! حضور نے (ابھی یہاں) جو ارشاد فرمایا وہ سن کر میں اپنی خالہ کے پاس گیا تھا وہ مجھ سے روٹھ گئی تھیں (ہم دونوں میں تعلق بند تھا جب میں خالہ کے پاس اچانک پہنچا) تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: تجھے کیا چیز لے کر آئی ہے؟ (یعنی کیوں آیا ہے؟) یہ تو تیرا طریقہ تھا نہیں۔ میں نے ان کو حضور کے فرمان کی خبر دی، تو (سن کر وہ بھی متأثر ہوئیں) انہوں نے مجھے معاف کر دیا اور میں نے انہیں معاف کر دیا۔ حضور نے سن کر (خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے) ارشاد فرمایا: تم نے اچھا کیا، اب بیٹھ جاؤ۔ اور فرمایا:

"اَلَا اِنَّ الرَّحْمَةَ لَا تَنْزِلُ عَلىٰ قَوْمٍ فِيْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ۔
خبردار! رحمت الٰہی اس قوم پر نہیں اترتی ہے جن میں کوئی قاطع رحم موجود ہو۔"

.........جاری

تمام عاشقان غوث ورضا کو
گیارہویں شریف
کی بہت بہت مبارک باد

از: مولانا انیس الرحمن حنفی رضوی*

علما میں باہمی تعلقات کا بحران

امت مسلمہ کی فکری و روحانی تاریخ پر اگر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اس امت کی بقا، اس کا فکری تسلسل اور اس کی تہذیبی شناخت ہمیشہ ایک طبقۂ خاص کے کندھوں پر استوار رہی ہے اور وہ طبقہ علما کا ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جسے قرآنِ کریم نے معرفت الٰہی کا حقیقی حامل قرار دیا:

"إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔" (فاطر:28)

اور یہی وہ گروہ ہے جسے رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی نیابت کا شرف عطا فرمایا کہ "العلماء ورثة الأنبياء" اس نسبت کی عظمت اس امر کی متقاضی ہے کہ علما کا وجود امت کے لیے اتحاد، اعتدال اور اخلاقی بلندی کا مظہر ہو؛ ان کی مجلسوں سے حلم و بردباری کی خوشبو آئے، ان کی گفتگو سے اخوت کی شعاعیں پھوٹیں اور ان کا اختلاف بھی تہذیب و وقار کا آئینہ دار ہو۔ لیکن عصرِ حاضر میں، بالخصوص دیہی معاشروں اور قصباتی فضاؤں میں، ایک ایسا منظر ابھر رہا ہے جو سنجیدہ دلوں کے لیے باعثِ تشویش ہے۔

دیکھا جا رہا ہے کہ ایک عالم دوسرے عالم سے دور ہے؛ ایک دوسرے کی علمی کاوشوں کو سراہنے کے بجائے اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی جاتی ہے؛ اگر کوئی شخص دینی خدمت کا نیا باب کھولنا چاہے تو سب سے پہلے اسی کے طبقے کے بعض افراد اس کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں۔ سلام و کلام کا انقطاع، مجلسوں میں طنز و تعریض، سوشل ذرائع پر تنقیص اور کردار کشی یہ سب ایسے مظاہر ہیں جو اس بحران کی سنگینی کو نمایاں کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب رہنما ہی باہم متصادم ہوں تو رہنمائی کا چراغ کس طرح روشن رہے گا؟ یہ امر واضح رہے کہ اختلاف بذاتِ خود کوئی معیوب شے نہیں۔ علمی اختلاف تو اسلامی روایت کا ایک روشن باب ہے۔ فقہی تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ ائمہ کے درمیان متعدد مسائل میں اختلاف ہوا، مگر احترام و محبت کی فضا کبھی مجروح نہ ہوئی۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے درمیان بعض اصولی مسائل میں اختلاف موجود تھا، مگر ایک دوسرے کے فضل و مقام کا اعتراف بھی اپنی جگہ قائم تھا۔

اسی طرح امام شافعی نے اپنے اساتذہ کے بارے میں ادب و توقیر کا جو معیار قائم کیا، وہ آج بھی اہلِ علم کے لیے مشعلِ راہ ہے، بعد کے ادوار میں امام احمد بن حنبل کی استقامت اور ان کے معاصرین کے ساتھ علمی مکالمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اختلاف اگر آداب کے دائرے میں ہو تو وہ علم کی وسعت کا ذریعہ بنتا ہے، نہ کہ انتشار کا، لہٰذا مسئلہ اختلاف کا نہیں، بلکہ اختلاف کے اخلاقی ضابطوں کے فقدان کا ہے۔ جب اختلاف ذاتی انا کا مسئلہ بن جائے، جب علمی نقد ذاتی حملے میں بدل جائے، جب اصلاح کی نیت کی جگہ برتری کا جذبہ لے لے، تو وہی اختلاف فساد کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ قرآنِ کریم نے واضح الفاظ میں تنبیہ کی:

"وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ۔ (الأنفال:46)

یعنی آپس کا نزاع اجتماعی کمزوری کا پیش خیمہ ہے۔"

اس باہمی کشیدگی کے پس منظر میں متعدد عوامل کارفرما ہیں، سب سے پہلا سبب نیتوں کا اضطراب ہے۔ جب خدمتِ دین کا مقصد رضائے الٰہی کے بجائے شہرت، اثر و رسوخ یا معاشی استحکام بن جائے تو حسد اور رقابت جنم لیتی ہے۔ قرآن نے حسد کی نفسیات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

"أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ۔"

(النساء:54)

حسد دراصل اس حقیقت کو تسلیم نہ کرنے کا نام ہے کہ فضل

* مضمون نگار جامعہ خوشتر رضائے فاطمہ گرلس اسکول سوار ضلع رامپور کے ناظم تعلیمات ہیں۔

وعطا کا مالک اللہ ہے، اگر کسی عالم کو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے یا وہ کوئی تعمیری کام کر رہا ہے تو اسے اللہ کی عطا سمجھ کر خوش ہونا چاہیے، نہ کہ اسے اپنی کمی کا طعنہ تصور کیا جائے۔ دوسرا سبب سماجی و معاشی ساخت ہے، خصوصاً دیہی ماحول میں۔ وہاں ایک مسجد، ایک مدرسہ اور ایک محدود حلقۂ اثر ہوتا ہے۔ جب اس محدود دائرے میں کوئی دوسرا فعال کردار سامنے آتا ہے تو اسے اشتراکِ عمل کے بجائے مسابقت کے زاویے سے دیکھا جاتا ہے، نتیجتاً تعاون کی فضا پیدا ہونے کے بجائے کشمکش کا ماحول بن جاتا ہے۔

اس طرزِ فکر میں یہ شعور کمزور پڑ جاتا ہے کہ دین کی خدمت کسی فرد یا خاندان کی میراث نہیں بلکہ ایک امانت ہے جسے اجتماعی طور پر سنبھالنا ہے۔ تیسرا سبب تربیت کا فقدان ہے۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں علمی مہارت تو سکھائی جاتی ہے، مگر اختلاف کے آداب، مکالمے کی ثقافت اور تنقید کے اخلاقی اصولوں پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی۔ نتیجتاً جب عملی میدان میں قدم رکھا جاتا ہے تو برداشت اور وسعتِ قلبی کی کمی نمایاں ہو جاتی ہے۔ حالانکہ حدیثِ نبوی ﷺ میں خیر خواہی کو دین کا خلاصہ قرار دیا گیا: الدین النصیحة۔ نصیحت کا تقاضا یہ ہے کہ اصلاح خلوص، نرمی اور تنہائی میں ہو، نہ کہ مجمع میں رسوائی کے انداز میں۔

اس باہمی چپقلش کے اثرات نہایت گہرے ہیں۔ عوام جب علما کو ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا دیکھتے ہیں تو ان کے دلوں میں دین کی ساکھ متاثر ہوتی ہے۔ نوجوان نسل، جو پہلے ہی فکری انتشار کا شکار ہے، ایسے مناظر سے مزید بدظن ہو جاتی ہے۔ یوں جو طبقہ ایمان کی آبیاری کا ذمہ دار تھا، اسی کی باہمی کشمکش ایمان کی کمزوری کا سبب بننے لگتی ہے۔ اصلاح کی راہ اسی وقت ہموار ہو سکتی ہے جب سب سے پہلے نیتوں کا محاسبہ کیا جائے۔ ہر عالم اپنے دل سے سوال کرے کہ آیا اس کی تنقید واقعی خیر خواہی پر مبنی ہے یا اس میں انا کی آمیزش ہے؟ دوسرا قدم باہمی مکالمے کو فروغ دینا ہے۔

اگر کسی مسئلے پر اختلاف ہو تو اسے نجی ملاقاتوں اور علمی مجالس میں زیرِ بحث لایا جائے، نہ کہ عوامی منبروں کو میدانِ نزاع بنایا جائے۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ مدارس و جامعات میں اختلافی آداب کو باقاعدہ نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ نئی نسل علمی وقار اور اخلاقی توازن کے ساتھ میدان میں آئے۔ سب سے بڑھ کر ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس حقیقت کو دل سے تسلیم کریں کہ دین کی خدمت ایک مشترکہ ذمہ داری ہے۔ اگر کوئی عالم تعلیمی منصوبہ شروع کرتا ہے، اصلاحی تحریک برپا کرتا ہے یا دعوتی سرگرمیوں میں سرگرم ہوتا ہے تو اسے تقویت پہنچانا دراصل دین کو تقویت پہنچانا ہے۔

ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کے بجائے ہاتھ تھامنے کی روایت زندہ کرنا ہوگی۔ یہی وہ طرزِ عمل ہے جو سلفِ صالحین کی میراث ہے اور یہی وہ راستہ ہے جو امت کو انتشار سے نکال کر اتحاد کی سمت لے جا سکتا ہے۔ اگر علما اپنے باہمی تعلقات کو قرآن وسنت کے اخلاقی سانچے میں ڈھال لیں، اختلاف کو وسعتِ نظر کا ذریعہ سمجھیں اور خدمتِ دین کو ذاتی مفادات سے بالاتر رکھیں تو وہ نہ صرف اپنے منصب کا حق ادا کریں گے بلکہ امت کے لیے امید اور اعتماد کا سرچشمہ بھی بنیں گے۔

بصورتِ دیگر یہ باہمی دوری اور نزاع ایک ایسے خلا کو جنم دے گی جسے پر کرنا مشکل ہو جائے گا۔ پس وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اس بحران کو محض ایک سماجی مسئلہ نہ سمجھیں بلکہ اسے فکری و اخلاقی اصلاح کا عنوان بنائیں۔ جب علما ایک دوسرے کے لیے دعا گو اور معاون بن جائیں گے تو معاشرہ خود بخود اعتدال اور اتحاد کی راہ پر گامزن ہو جائے گا اور یہی وہ منزل ہے جس کی طرف قرآن کی تعلیمات اور نبوی اسوہ رہنمائی کرتے ہیں۔

□□□

ص ۵۳ رکا بقیہ..

شادمانی ملتی ہے غوث کے وسیلے سے
سب مصیبتوں کی وہ نیندیں یوں اڑاتا ہے
کہتی ہے یہ لاخوف آیت کتاب حق
جو ولی خدا کا ہے، خوف وہ نہ کھاتا ہے
فکر کیوں کریں عینی خطروں کا، وہ ہے رہبر
وہ ہر ایک رستے سے ہر بلا ہٹاتا ہے

از: مولانا محمد عامر حسین مصباحی*

نئی نسلوں میں جذبۂ عشقِ رسول پیدا کریں

کسی بھی قوم کی بقا اور اس کی تعمیر وترقی کا انحصار نئی نسل کا درست سمت میں پروان چڑھنا ہے، زندہ دل اور بیدار قومیں نئی نسل کی علمی، فکری اور اخلاقی معیار کو بلند کرنے میں اپنی زیادہ تر توانائیاں خرچ کرتی ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کی بہترین تعلیم وتربیت پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی تو بھلے ہی قوم کا وجود برقرار رہ جائے مگر اس کی حیثیت صرف اور صرف زندہ لاش کی طرح ہوگی جس کی دنیا میں نہ کوئی حیثیت ہوگی اور نہ اپنا کوئی تشخص ہوگا پھر دنیا والے جب چاہیں گے اپنا ذہنی وفکری غلام بنا کر ان پر اپنا مشن اور اپنی فکر مسلط کردیں گے اور اس طرح سے ایک آزاد قوم فکری اعتبار سے غلام بن کر رہ جائے گی، اسی لیے فکری انحطاط سے بچاؤ کے لیے نئی نسل پر خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

لیکن ماضی میں سب سے زیادہ زندہ دل اور بیدار رہنے والی قوم ''قوم مسلم'' کی نسل نو کا اگر ہم جائزہ لیتے ہیں تو بڑی مایوسی ہاتھ آتی ہے، قومِ مسلم میں نئی نسل کے نوجوان نشاطِ عیش وطرب میں اس قدر ڈوبے ہیں کہ انھیں دین اسلام اور خدا ورسول کی محبت بھی صرف سننے میں اچھی لگنے والی بات نظر آتی ہے، حالانکہ نوجوان کسی بھی ملک وقوم کی وہ بنیاد ہوتے ہیں جس پر اس ملک وقوم کے بہترین اور شاندار مستقبل کی عمارت کھڑی ہوتی ہے، اگر بنیاد مضبوط ہوگی جبھی عمارت بھی مضبوط ومستحکم ہوگی مگر آج ہماری بنیاد ہی کھوکھلی ہوتی جارہی ہے، اگر اس پر جلد ہی توجہ نہیں دی گئی تو نقصان کا اندازہ کرنا بھی ہمارے لیے مشکل ہوگا، ہماری قوم میں پروان چڑھنے والے نوجوانوں میں جہاں علمی، اخلاقی، تہذیبی اور تمدنی کمیاں نظر آتی ہیں وہیں سب سے بڑی کمی جو نظر آتی ہے وہ تعلیم وتعلّم، خوفِ خدا، محبت رسول علیہ السلام اور دینی جذبہ سے دوری ولاتعلقی ہے اور یقیناً یہ ہمارے لیے بڑا المیہ ہے کہ مذکورہ چیزوں سے دوری کی بنا پر آج اسکول وکالجز میں تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان مسلک بیزاری قول وفعل کو آزاد خیالی و روشن خیالی تصور کرکے گمراہیت وبدمذہبیت کے دَل دَل میں پھنستے چلے جارہے ہیں۔

اسی لیے ضرورت ہے کہ جہاں ہم ان کی فکری اور اخلاقی اقدار کی کڑی نگرانی کریں وہیں ان کے قلوب واذہان میں خشیت الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کا جذبہ بھی اس انداز میں ابھاریں کہ وہ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوجائیں، ان کے دلوں میں عشقِ رسول ﷺ جاگزیں ہوجائے اور ناموسِ رسالت ﷺ پر حملہ ہونے کی صورت میں اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کریں یا کم از کم ملکی قوانین کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے احتجاج درج کرائیں اور اپنی سخت ناراضی کا اظہار کریں یہ نہیں کہ وقت اور حالات کا رونا روکر بزدلی کا مظاہرہ کریں اور گستاخوں کو کھلی چھوٹ فراہم کردیں کہ جو بدبخت جب چاہے حضور کی ناموس پر حملہ آور ہوجایا کرے۔

آپ جنگ بدر کی تاریخ پر ایک نگاہ ڈالیں تو ان میں وہ ننھے مجاہدین بھی ملیں گے جنھیں کم عمری کی بنا پر جنگ سے واپسی کا حکم ہوا مگر انھوں نے جذبۂ عشقِ رسول میں سرشار ہوکر اپنی ایڑیاں اٹھا اٹھا کر تو کچھ آنسو گرا کر رحمتِ دو عالم ﷺ سے اپنی شرکت یقینی بنانے کی پُرزور کوشش کی اور انھیں کامیابی بھی ملی اور پھر میدانِ جنگ میں ہمت وجرأت اور شجاعت کا ایسا بے مثال مظاہرہ کیا کہ تاریخ میں اُن ننھے مجاہدین کے کارنامے سنہرے حروف میں منقوش ہوگئے۔ جنگِ بدر کی تاریخ جاننے والوں پر یہ بات مخفی نہیں کہ عفرا کے دو ننھے مجاہدین نے اُس گستاخِ رسول کا خاتمہ کیا جسے حضور علیہ السلام نے اپنے زمانے کا ''فرعون'' بتایا۔

* مضمون نگار جامعہ ضیائیہ فیض الرضا ددری، سیتامڑھی کے استاذ ہیں۔

مقامِ غور ہے کہ وہ کون سا جذبہ تھا جو ان ننھے مجاہدین کو گلیوں میں ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلنے کے بجائے آتشِ جنگ میں کودنے پر ابھار دیا، ان کی تعلیم وتربیت کیسی تھی جس نے بچپن میں ہی انہیں یہ شعور عطا کر دیا کہ ناموسِ رسول پر اپنی جانیں قربان کر دینا سعادتِ دارین کا سبب ہے۔ آج جبکہ ہر طرف سے دین وایمان اور ناموسِ رسالت پر حملے ہو رہے ہیں تو ضرورت ہے کہ ہم اپنی نئی نسلوں میں وہ جذبہ پیدا کر دیں کہ گستاخانِ رسول ناموسِ رسالت پر حملہ کرنے سے پہلے ہزار بار سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ آج بھی قومِ مسلم میں سلمان تاثیر اور نرسنگھا نند سرسوتی جیسے خبیث کے لیے جیالے موجود ہیں جو ناموس رسالت کے لیے اپنی جان دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔

جب ہماری نسل کے ہر فرد میں یہ جذبہ آجائے گا تو ان کے ایمان وعقیدے پر کوئی ڈاکہ ڈالنے کی ناپاک کوشش نہیں کرے گا اور نہ ہی آزاد خیالی وروشن خیالی یا حقِ آزادیٔ رائے کی آڑ میں کوئی ان کے محبوب نبی ﷺ کے متعلق انہیں بدگمان کرے گا۔

اسی لیے ہر والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو ناموسِ رسالت پر پہرا دینے والا سپاہی بنا دیں، ان کی دھڑکنوں میں نبی نبی ہو، ان کی خلوتوں اور جلوتوں میں نبی نبی ہو، گانوں باجوں کی دُھن پر ناچنے اور مست ہو جانے کی بجائے انہیں رب کی حمد وثنا اور حضور کی نعتیں سننا زیادہ پسند ہوں اور اسی سے ان کے دلوں کو سکون حاصل ہو، بزرگوں کے نعتیہ دیوان اور بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان حدائقِ بخشش کے یہ اشعار جذبۂ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معاون ہوں گے۔

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا نازِ دوا اٹھائے کیوں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رخ کدھر کریں

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

اس طرح کے اشعار بزرگوں کے سنائیں خود بھی سنیں اور اس کی توضیح وتشریح کریں، محبت رسول ﷺ کے واقعات سنائیں تو ہمیں کامیابی ملے گی ان شاء اللہ! اللہ رب العزت ہمیں حضور علیہ السلام کی سچی غلامی کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

□□□

مذبذبین اور کج فکروں کا گٹھ جوڑ

از: مولانا طارق انور مصباحی

(1) انسان کی فطرت بدلتی نہیں، مدارس اسلامیہ کے بعض نوجوان فارغین کج فکر تھے، اب وہ سفید ریش ہو چکے ہیں۔ کج فکری ختم ہونے کی بجائے ترقی پذیر رہی، وہ نجی مجلسوں میں اپنے خیالات فاسدہ کو بیان کرتے رہے، ہند و پاک کے مذبذبین ایسے لوگوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں، تا کہ ان بے سہاروں کو سفید ریشوں کا سہارا مل جائے اور ان سفید ریشوں کو یہ مذبذبین اکابر اہل سنت بنا کر پیش کرتے ہیں، تا کہ لوگ ان کی باتوں کو تسلیم کر لیں اور تذبذب کی پگڈنڈی پر سرپٹ دوڑ پڑیں۔

(2) واضح رہے کہ جن سیاہ ریشوں یا سفید ریشوں کے خیالات و نظریات مذہب اہل سنت وجماعت کے مسلمہ عقائد ونظریات سے متصادم ہوں، وہ لوگ سنی نہیں، چہ جائے کہ وہ اکابر اہل سنت میں شمار کئے جائیں۔

(3) مذبذبین اعتقادی احکام میں فساد برپا کرتے ہیں اور جن سفید ریشوں کو وہ اپنا ملجا وماویٰ اور اپنا آخری سہارا بناتے ہیں، وہ لوگ اہل نظر متکلم نہیں کہ ان کی ہر بات پر امت مسلمہ آمنا و صدقنا کہے اور بفضلہ تعالیٰ وباحسان حبیبہ الاعلیٰ علیہ التحیۃ والثنا، ایسوں کی دھجیاں بکھیرنے کو میں ہمیشہ مستعد کھڑا رہوں گا، نیز جن کی تقدیر ہی میں ضلالت وگمرہی ہو، اس کو کون سمجھا سکتا ہے۔

□□□

اسلامیات

جہنم سے نجات کا راستہ
توبہ، تقویٰ اور اطاعت الٰہی

(از: مولانا محمد مبارک حسین ازہری *

جہنم کے ذکر کا مقصد انسان کو مایوس کرنا نہیں، بلکہ اسے غفلت سے بیدار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں جہنم کی سختیوں سے خبردار فرمایا، تو وہیں اپنی رحمت کے دروازے بھی ہمیشہ کھلے رکھے۔ قرآنِ مجید بار بار انسان کو توبہ، اصلاح اور اللہ کی طرف رجوع کی دعوت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا۔ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔" (سورۃ الزمر 53)

یہ آیت ہمیں امید کا پیغام دیتی ہے کہ انسان اگر سچے دل سے اپنے رب کی طرف لوٹ آئے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے گناہوں سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔

جہنم سے بچنے کے چند عملی راستے

اوّل: سچی توبہ! گناہوں سے بچنے کا پہلا قدم توبہ ہے۔ توبہ صرف زبان سے معافی مانگنے کا نام نہیں، بلکہ دل کی ندامت، گناہ چھوڑنے کا عزم اور دوبارہ نہ لوٹنے کی کوشش کا نام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔"

دوم: نماز اور عبادت کی حفاظت! یقیناً نماز وہ عظیم عبادت ہے جو بندے کو اپنے رب سے جوڑتی ہے، جو دل نماز سے آباد ہو، اس کے لیے گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ۔ بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ (سورۃ العنکبوت: 45)

سوم: دل کو آخرت کی یاد سے زندہ رکھنا! انسان جب موت، قبر، قیامت اور آخرت کو یاد رکھتا ہے تو دنیا کی بے جا محبت کم ہو جاتی ہے اور نیکی کی رغبت بڑھتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول منقول ہے: دنیا گزرنے والی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے، پس باقی رہنے والی چیز کو گزرنے والی چیز پر ترجیح دو۔

چہارم: حقوق العباد کی ادائیگی! جہنم سے بچنے کا ایک اہم ذریعہ یہ ہے کہ انسان اللہ کے حقوق کے ساتھ بندوں کے حقوق بھی ادا کرے۔ زبان سے کسی کو تکلیف نہ دے، ظلم نہ کرے، دھوکا نہ دے اور لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔ یعنی: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

محترم قارئین! دنیا کی یہ زندگی چند روزہ ہے، یہاں کی گرمی، سردی، راحت اور تکلیف سب ختم ہو جانے والی ہیں، مگر آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ افسوس اس بات پر نہیں کہ انسان سے غلطیاں ہو جاتی ہیں، بلکہ اصل نقصان یہ ہے کہ انسان غلطی کے بعد بھی غفلت میں مبتلا رہے اور اپنے انجام کی فکر نہ کرے۔ جب گرمی کی شدت محسوس ہو تو جہنم کی آگ کو یاد کریں، جب سردی کی شدت محسوس ہو تو آخرت کی سختیوں کو یاد کریں، جب گناہ کا موقع آئے تو اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا دن یاد کریں اور جب نیکی کا موقع ملے تو اسے اللہ کی رحمت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھیں۔

یاد رکھیے اور ذہن نشین کیجیے! آنسوؤں کے چند قطرے جو دنیا میں اللہ کے خوف سے بہہ جائیں، وہ اس آگ سے نجات کا سبب بن سکتے ہیں جس کی ہولناکی کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا

اسلامیات

* مضمون نگار گری نوادہ رچھا بریلی شریف یوپی کے متوطن ہیں۔

سکتا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکَی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ۔ ترجمہ: وہ شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا جو اللہ کے خوف سے رویا۔

محترم حضرات! آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے دلوں کو پھر سے زندہ کریں! اپنی زندگیوں کا محاسبہ کریں، گناہوں سے توبہ کریں، نیکیوں کو اختیار کریں اور اپنے رب سے تعلق مضبوط کریں، جہنم کے دو سانس بھی: ایک بیدار دل مومن کے لیے عظیم تنبیہ ہے: انسان کی زندگی دراصل ایک سفر ہے؛ ایک ایسا سفر جس کا آغاز دنیا سے ہوتا ہے مگر اختتام آخرت کی دائمی منزل پر جا کر ہوتا ہے۔

اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل، شعور اور ہدایت عطا فرمائی، تا کہ وہ چندروزہ دنیا کی چمک دمک میں کھو نہ جائے بلکہ اپنے حقیقی انجام کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی گزارے۔ رحمتِ عالم، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی اصلاح و تربیت کے لیے مختلف انداز اختیار فرمائے۔ کبھی جنت کی نعمتوں کا ذکر کر کے شوق پیدا فرمایا، کبھی جہنم کی ہولناکیوں سے آگاہ کر کے خوفِ خدا بیدار فرمایا۔

انہی عظیم تعلیمات میں سے ایک جہنم کے دو سانسوں کا ذکر بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم نے اپنے رب کے حضور شکایت کی، تو اسے دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی گئی؛ ایک سانس سردی کے موسم میں اور ایک سانس گرمی کے موسم میں۔ اس حدیثِ مبارکہ کا مقصد صرف ایک غیبی حقیقت بیان کرنا نہیں، بلکہ انسان کے سوئے ہوئے احساس کو جگانا ہے۔ یہ حدیث ہمیں دعوت دیتی ہے کہ ہم دنیا کی عارضی کیفیتوں سے عبرت حاصل کریں اور اس آخرت کی تیاری کریں جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

موسموں کی تبدیلی اور آخرت کی یاد

دنیا کا انسان عجیب غفلت میں مبتلا ہے۔ جب گرمی کی شدت بڑھتی ہے تو وہ اس سے بچنے کے لیے ہر ممکن ذریعہ اختیار کرتا ہے۔ ٹھنڈی ہوا، سایہ، مشروبات اور آرام کے مختلف سامان تلاش کرتا ہے۔ جب سردی کی شدت آتی ہے تو گرم لباس، آگ اور دیگر سہولتوں کا انتظام کرتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کبھی یہی موسم ہمارے دل کو آخرت کی طرف بھی متوجہ کرتے ہیں؟ کیا کبھی سورج کی تپش ہمیں جہنم کی آگ سے پناہ مانگنے پر آمادہ کرتی ہے؟ کیا کبھی سردی کی شدت ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور آخرت کے انجام پر غور کرنے کی دعوت دیتی ہے؟ ایک زندہ دل مومن کے لیے دنیا کی ہر نشانی آخرت کی یاد دہانی بن جاتی ہے، جبکہ غافل انسان کے لیے بڑی سے بڑی نصیحت بھی بے اثر ہو جاتی ہے۔

قرآنِ مجید فرماتا ہے: إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ۔ یعنی: بے شک اس میں اس شخص کے لیے عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔

ایمان بالآخرت کی تجدید

جہنم کے دو سانسوں کا ذکر دراصل ایمان بالغیب کی مضبوطی کا ذریعہ ہے۔ مومن کا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا ہی سب کچھ نہیں، بلکہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ۔ یعنی: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (سورۃ البقرۃ 281)

یہ یقین انسان کے اندر ذمہ داری پیدا کرتا ہے۔ وہ تنہائی میں بھی گناہ سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے۔ قدرتِ الٰہی کا مظہر اللہ تعالیٰ کی قدرت انسانی عقل کے احاطے میں نہیں آسکتی، انسان اپنی محدود سوچ کے ذریعے صرف اتنا سمجھ سکتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے۔ جس ذات نے بے جان مٹی سے انسان کو پیدا فرمایا، جس نے زمین و آسمان کو قائم رکھا، جس نے قیامت کے دن انسان کے ہاتھ، پاؤں اور زبان کو گواہی دینے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے، اس کے لیے کسی مخلوق کو احساس یا اظہار کی قوت عطا کرنا ہرگز مشکل نہیں۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ۔ یعنی: آج ہم ان کے منہ

پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔ (سورۃ یٰس 65)

پس جہنم کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے شکایت کرنا اور اس کا سانس لینا اسی قدرتِ کاملہ کی ایک نشانی ہے۔

خوف جو اصلاح پیدا کرے

اسلام کا خوف مایوسی کا نام نہیں، بلکہ وہ خوف ہے جو انسان کو گناہوں سے روکے اور اللہ کی طرف واپس لے آئے۔ جب ایک مومن جہنم کا تصور کرتا ہے تو اس کا دل کانپتا ہے، لیکن ساتھ ہی اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین بھی رہتا ہے۔ وہ گناہ پر اصرار کے بجائے توبہ کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا: "اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔ ترجمہ: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے۔ (جامع الترمذی)

ائمۂ امت کی وضاحت امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ اسے اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ اپنی مخلوق میں جسے چاہے ادراک و اظہار کی قوت عطا فرما سکتا ہے۔ (شرح صحیح مسلم)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کوئی چیز بعید نہیں، وہ جس مخلوق کو چاہے شعور اور گفتگو کی صلاحیت عطا فرما سکتا ہے۔ (فتح الباری)

دلوں کی تبدیلی کا وقت موسم تو ہر سال بدلتے ہیں، مگر کیا ہمارے دل بھی بدلتے ہیں؟ ہم گرمی سے بچنے کے لیے انتظام کرتے ہیں، سردی سے بچنے کے لیے تدبیر کرتے ہیں، بیماری سے بچنے کے لیے علاج تلاش کرتے ہیں، مگر کیا ہم آخرت کے عذاب سے بچنے کے لیے بھی اتنی ہی فکر کرتے ہیں؟ ایک مومن کا اصل کمال یہ ہے کہ وہ دنیا کی ہر کیفیت سے آخرت کا سبق حاصل کرے۔ گرمی اسے جہنم سے پناہ مانگنے کی یاد دلائے۔ سردی اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بنائے۔ گناہ اسے اپنے انجام سے ڈرائے اور نیکی اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے۔

حقیقی کامیابی یہی ہے کہ انسان دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کو نہ بھولے، نعمتوں میں شکر گزار رہے، آزمائشوں میں صابر رہے اور ہر حال میں اپنے رب کی رضا تلاش کرتا رہے۔ جہنم کے دو سانسوں والی حدیث دراصل ایک عظیم دعوت ہے؛ غفلت سے بیداری کی دعوت، گناہوں سے توبہ کی دعوت اور اس رب کی طرف واپسی کی دعوت جس کی رحمت ہر چیز پر محیط ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا دل عطا فرمائے جو نصیحت سے فائدہ اٹھائے، ایسا ایمان عطا فرمائے جو آخرت کی فکر پیدا کرے اور ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ فرما کر جنت الفردوس کا وارث بنائے، آمین یا رب العالمین۔

***

ص ۵۳ رکا بقیہ.......................

الغیاث و الغیاث و الغیاث و الغیاث

سر پہ ہے عصیاں کا میرے بوجھ بھاری یا رسول
بھیج دیں بہر خدا الطاف کی ٹھنڈی ہوا

ہے مسلط شاخِ دل پر بے قراری یا رسول
زیورِ اخلاق و تقویٰ سے مزین ہو حیات
ہو عطا اشرف کو وصفِ بُرد باری یا رسول

***

جماعت رضائے مصطفیٰ

یہ اعلیٰ حضرت کی قائم فرمودہ ایک روشن تاریخ کی حامل جماعت ہے، جس کی نشاۃ ثانیہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے ہاتھوں ہوئی۔

برادران اہل سنت اپنے اپنے علاقے میں اس کی شاخیں قائم کریں، اس عظیم جماعت کے ممبر بنیں اور مرکز سے جڑ کر اپنی ملّی و مذہب خدمات انجام دیں اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوں۔

مزید معلومات کیلئے 7055078621 پر رابطہ کریں۔

از: مفتی سراج احمد قادری*

عورتوں کا حق مارنے والو! اللہ سے ڈرو

ہمارے معاشرے کا ایک نہایت افسوسناک، دردناک اور خطرناک المیہ یہ ہے کہ بیٹیوں، بہنوں اور پھوپھیوں کو ان کے شرعی حق وراثت سے محروم کرنا عام ہوتا جا رہا ہے۔ بہت سے گھروں میں جب باپ زندہ ہوتا ہے تو یہ کہہ کر بیٹی کا حق ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے: "میں نے بیٹی کی شادی بڑے دھوم دھام سے کردی، جہیز دیا، زیورات دیے، بہت خرچ کیا، اب میرے انتقال کے بعد میری تمام جائیداد صرف میرے بیٹوں کی ہوگی۔" اور جب باپ دنیا سے چلا جاتا ہے تو بھائی یہ کہہ کر بہنوں کو خاموش کر دیتے ہیں: "تمہاری شادی پر بہت خرچ ہو چکا ہے، اب تمہارا اس گھر میں کوئی حق نہیں۔" اسی طرح بہت سے خاندانوں میں پھوپھیوں کو بھی یہ کہہ کر ان کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے کہ "وہ تو دوسرے گھر کی ہو چکی ہیں۔" افسوس! یہ سب باتیں معاشرے کی رسمیں تو ہو سکتی ہیں، لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت ہرگز نہیں۔ قرآن مجید نے نہ صرف مردوں بلکہ عورتوں کے لیے بھی وراثت کا حق مقرر فرمایا:

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَ الْأَقْرَبُونَ - وَ لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَ الْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ - نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔ (سورۂ نساء 7) یعنی مردوں کے لئے اس (مال) میں سے (وراثت کا) حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے، مال وراثت تھوڑا ہو یا زیادہ۔ (اللہ نے یہ) مقرر حصہ۔" (بنایا ہے۔)

سوچیے! جس حق کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا، انسان کس اختیار سے اسے ختم کر سکتا ہے؟ وراثت کا حصہ نہ باپ اپنی مرضی سے ختم کر سکتا ہے، نہ بھائی، نہ چچا، نہ خاندان کے بڑے، نہ پنچایت اور نہ ہی کوئی رسم و رواج۔ وراثت اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ حق ہے اور اللہ کے فیصلے میں تبدیلی کا اختیار کسی انسان کو حاصل نہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ شادی میں دیا گیا جہیز، زیور، کپڑے یا دیگر سامان وراثت کا بدل نہیں بنتا۔

اگر باپ نے اپنی خوشی سے بیٹی پر لاکھوں روپے بھی خرچ کیے ہوں، تب بھی اس کا شرعی حصہ ختم نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کسی بیٹے کی تعلیم، کاروبار یا شادی پر زیادہ خرچ ہوا ہو تو اس سے دوسرے وارثوں کے حقوق ساقط نہیں ہوتے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں، عمرے کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، مگر اپنی بہن یا بیٹی کا حق کھا کر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت دیندار ہیں۔

یاد رکھئے! حقوق العباد کی پکڑ بہت سخت ہے۔ جس بہن کے آنسوؤں سے اس کی جائیداد ہڑپ کی گئی ہو، جس بیٹی کو اس کے شرعی حق سے محروم کیا گیا ہو، اس کی فریاد سیدھی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پہنچتی ہے۔ قرآن مجید نے وراثت کے احکام بیان کرنے کے بعد واضح فرمایا:

"تِلْكَ حُدُودُ اللهِ۔ (سورۂ نساء 13) یہ اللہ کی حدیں ہیں۔"

اور اس کے فوراً بعد سخت تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

"وَ مَنْ يُّطِعِ اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا - وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَ مَنْ يَّعْصِ اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا - وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ (سورۂ نساء 13/14) یعنی اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے

بقیہ ص ۲۱ پر

* مضمون نگار ممبئی میں مقیم ہیں۔

از: مولانا محمد فداء المصطفےٰ قادری *

تم سبھی کچھ ہو، یہ تو بتلاؤ کہ مسلمان بھی ہو؟

آج امت مسلمہ ایک نہایت نازک اور آزمائش بھری گھڑی سے گزر رہی ہے۔ چاروں طرف سے ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے ہیں جن میں مسلمانوں کو کمزور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ باطل قوتیں پوری طاقت کے ساتھ عالمِ اسلام کے خلاف صف آرا ہیں اور یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اس دور میں بقا اور عزت کا راستہ صرف اتحاد و اتفاق میں ہی مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآنِ مجید میں بار بار مسلمانوں کو اتحاد اختیار کرنے اور اختلاف و تفرقہ سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

سورۂ آلِ عمران میں واضح حکم دیا گیا کہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ یہ محض ایک نصیحت نہیں بلکہ کامیابی اور سربلندی کا بنیادی اصول ہے۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے باہمی محبت، اخوت اور دلوں کے جوڑ کو اپنی عظیم نعمت قرار دیا اور یاد دلایا کہ کبھی تم ایک دوسرے کے دشمن تھے مگر اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ کر تمہیں بھائی بھائی بنا دیا۔

مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے بھی سختی سے روکا کہ کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو واضح ہدایات ملنے کے بعد بھی فرقوں میں بٹ گئے اور اختلافات میں پڑ گئے۔ سورۂ انعام میں ایسے لوگوں سے براءت کا اعلان کیا گیا ہے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑوں میں تقسیم کر لیا اور گروہ در گروہ بن گئے۔ اسی طرح سورۃ الروم میں گروہ بندی اور فرقہ واریت کو مشرکین کا طرزِ عمل قرار دے کر مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

لہٰذا موجودہ حالات میں اتحاد اختیار کرنا محض ایک وقتی ضرورت نہیں بلکہ دینی فریضہ اور زندہ قوم کی پہچان ہے۔ اگر ہم نے باہمی اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر ایک ہونے کی کوشش نہ کی تو ہماری کمزوری مزید بڑھتی جائے گی۔ لیکن اگر ہم اخلاص کے ساتھ اتحاد کو اپنائیں، ایک دوسرے کے دکھ درد کو سمجھیں اور مشترکہ مقاصد کے لیے متحد ہو جائیں تو یہی اتحاد ہماری طاقت بن جائے گا اور کامیابی کا دروازہ کھول دے گا اور یہی سبق ہمیں قرآن دیتا ہے کہ نجات، عزت اور کامیابی اتحاد میں ہے، جبکہ تفرقہ صرف زوال اور نقصان کا سبب بنتا ہے۔

آج اگر ہم سنجیدگی کے ساتھ عالمِ اسلام کے حالات پر نظر ڈالیں تو ایک تلخ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے۔ دشمن کی مسلسل سازشوں کے ساتھ ساتھ ہماری اپنی کمزوریاں، نااہلیاں اور دور اندیشی کی کمی بھی اس زوال کا بڑا سبب بنی ہیں۔ نتیجتاً امت مسلمہ اس مقام پر آ پہنچی ہے جہاں اس کا حال اس آیت کی عملی تصویر معلوم ہوتا ہے جس میں گروہوں میں بٹ جانے کو مشرکانہ روش قرار دیا گیا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا آج مسلمان مختلف حصوں اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم نہیں ہو چکے؟ کیا یہ تقسیم اسی نقشے کے مطابق نہیں جسے عالمی طاقتوں نے اپنے مفادات کے لیے ترتیب دیا؟ اور صرف جغرافیائی تقسیم ہی نہیں، بلکہ ہماری مساجد، ہمارے معاشرے اور ہماری صفوں میں بھی اختلافات نے گہری جڑیں پکڑ لی ہیں۔ وہی کیفیت نظر آتی ہے جسے ڈاکٹر اقبال نے بڑے درد کے ساتھ بیان کیا تھا کہ کہیں فرقہ بندی ہے اور کہیں ذات پات کا جال۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ معاملہ یہاں تک جا پہنچا ہے کہ ہماری شناخت بھی منتشر ہو کر رہ گئی ہے۔ ہم اپنے آپ کو مختلف ناموں، قوموں اور برادریوں سے تو پہچانتے ہیں، مگر اصل پہچان یعنی" مسلمان" ہونا پسِ منظر میں چلا گیا ہے، اسی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے سوال اٹھایا تھا:

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، یہ تو بتلاؤ کہ مسلمان بھی ہو؟

یہ شعر دراصل ہمارے لیے ایک آئینہ ہے جو ہمیں ہماری حقیقت دکھاتا ہے۔ اگر ہم نے اب بھی ہوش نہ سنبھالا اور اتحاد کی طرف واپس نہ آئے تو یہ تفرقہ ہمیں مزید کمزور کرتا چلا جائے گا۔ لیکن اگر ہم اپنی اصل شناخت کو پہچان لیں اور اختلافات کو چھوڑ کر ایک امت بن جائیں، تو یہی بکھری ہوئی طاقت پھر سے ایک مضبوط قوت میں بدل سکتی ہے۔ آج کا منظر نامہ نہایت فکر انگیز ہے۔ دنیا میں باطل نظام کی قیادت کرنے والی طاقتیں، خصوصاً یونائٹڈ اسٹیٹ اور اس کی پشت پناہی میں قائم اسرائیل، اس انداز سے اپنی قوت کا اظہار کر رہی ہیں جیسے انہیں کسی کا خوف نہ ہو۔ مگر افسوس کہ ایسے نازک وقت میں امتِ مسلمہ متحد ہو کر ان کا مقابلہ کرنے کے بجائے آپس کے اختلافات میں الجھی ہوئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دشمن کی چالاکیوں اور سازشوں نے ہمیں اس قدر متاثر کیا ہے کہ ہم خود ہی ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہو گئے ہیں۔ بھائی بھائی کا مخالف بن چکا ہے اور عالمِ اسلام کے حکمران بھی باہمی کشمکش اور ٹکراؤ میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ یہ صورتِ حال نہ صرف کمزوری کی علامت ہے بلکہ ہماری اجتماعی ناکامی کی بھی واضح دلیل ہے۔ سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہم نے ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور قرآن و حدیث کی رہنمائی کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ قرآنِ کریم بار بار ہمیں متنبہ کرتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اپنا قریبی دوست اور رازدار نہ بناؤ، کیونکہ ان کے مفادات تم سے مختلف ہیں۔ لیکن اس واضح تنبیہ کے باوجود ہم ان ہی طاقتوں سے قربت بڑھانے، ان پر اعتماد کرنے اور ان کے ساتھ تعلقات مضبوط کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

اگر امت مسلمہ اسی غفلت کا شکار رہی تو حالات مزید بگڑ سکتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ہوش کے ناخن لیں، دشمن کی چالوں کو سمجھیں اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔ جب تک ہم باہمی اختلافات کو ختم کر کے ایک مضبوط قوت نہیں بنتے، اس وقت تک نہ ہم اپنی حفاظت کر سکتے ہیں اور نہ ہی عزت و وقار کے ساتھ دنیا میں اپنا مقام حاصل کر سکتے ہیں اور آج ملتِ اسلامیہ جس بے بسی کے ساتھ حالات کا مشاہدہ کر رہی ہے، وہ نہایت تشویشناک ہے۔ اگر امت میں اسی طرح انتشار اور باہمی اختلافات برقرار رہے تو مستقبل میں جو تباہی اور زوال ہمارا مقدر بن سکتا ہے، اس کے آثار ابھی سے نمایاں دکھائی دے رہے ہیں، یہی وہ لمحہ ہے جو ہمیں جھنجھوڑتا ہے کہ ہم سنبھل جائیں اور اپنے اصل راستے کی طرف لوٹ آئیں۔

ایسے نازک وقت میں قرآنِ حکیم ہمیں واضح اور دوٹوک رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ سورۂ حجرات کی آیت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا ان کے درمیان تعلقات کو درست کرنا اور اللہ سے ڈرتے رہنا ہی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح جب میدانِ مقابلہ کی بات آتی ہے تو قرآن ہمیں ثابت قدمی، کثرتِ ذکرِ الٰہی، اطاعت الٰہی و رسول اور باہمی اتحاد کا حکم دیتا ہے اور سختی سے تنبیہ کرتا ہے کہ آپس کے جھگڑے تمہیں کمزور کر دیں گے اور تمہاری طاقت کو ختم کر دیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن قدم قدم پر ہماری رہنمائی کر رہا ہے، ہمیں جگا رہا ہے، ہمارے ضمیر کو آواز دے رہا ہے، مگر افسوس کہ ہم اپنی روش بدلنے کے لیے تیار نہیں۔ حالانکہ ہماری بنیادیں ایک ہیں: ہمارا اللہ ایک، ہمارا رسول ایک، ہمارا دین ایک، ہماری کتاب ایک اور ہمارے مقاصد بھی ایک ہیں۔ اتنی مضبوط یکسانیت کے باوجود اگر ہم متحد نہیں ہو پاتے تو یہ ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اسی درد کو محسوس کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے برسوں پہلے ہمیں متوجہ کیا تھا کہ اگر مسلمان واقعی ایک ہو جائیں تو یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ ایک عظیم قوت بن سکتے ہیں، انہوں نے پکار کر کہا:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

آج بھی ہماری بقا، سلامتی اور عزت کا راستہ اسی اتحاد میں پوشیدہ ہے۔ اگر ہم نے اس پیغام کو سمجھ لیا اور بقیہ ص ۱۹ ر پر

(از: مفتی محمد ایوب مصباحی*)

آر.ایس.ایس کے منصوبے اور سازشیں

راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ پریوار (آر.ایس.ایس) ایک انتہا پسند ہندو تنظیم ہے۔جس کی کئی شاخیں کئی ممالک میں سرگرم عمل ہیں۔ یہ تنظیم اسلام مخالف ہے اور مسلمانوں کا وجود صفحۂ ہند سے مٹانے کے درپہ ہے۔آئے دن یہ لوگ مساجد و مدارس پر حملہ کرتے رہتے ہیں۔اس پر بھگوا جھنڈا لہراتے ہیں، مسلمانوں کی ماب لنچنگ کے واقعات انجام دیتے رہتے ہیں۔ اس سے بچنا انتہائی ناگزیر اور مسلمانوں کو اپنے وجود کی بقا اور نسلوں کے عروج وارتقا کے لیے کوئی لائحۂ عمل تیار کرنا وقت رہتے ضروری ہے۔

آر.ایس.ایس.کے قیام کا سبب؟

1914ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی۔جس میں ایک طرف روس، فرانس، برطانیہ، اٹلی اور امریکہ تھے اور دوسری طرف آسٹریا، بلغاریہ، جرمن اور ترکی، ہندوستان میں ان دنوں برطانوی راج تھا جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے ملکہ الزبتھ کے ہندوستان تجارتی معاہدے کے بعد ملک آئے تھے لیکن انگریزوں نے یہاں کے سیاسی حالات بدتر اور خانہ جنگی دیکھ کر کبھی ایک فریق کبھی دوسرے فریق کی مدد کر کے ہندوستان پر قبضہ جمالیا۔ ہندو چوں کہ ایک عرصہ تک ہندوستان پر راج کر چکے تھے، اس لیے پھر سے اقتدار حاصل کرنے کی تیزی سے کوشش کر رہے تھے۔

برطانیہ جب پہلی جنگ عظیم میں گھرا اس نے ہندوستان کو یہ فریب دیا کہ اگر وہ برطانیہ کی فوج میں شریک ہو کر جنگ لڑیں تو ان کا ملک آزاد کر دیا جائے گا، جس کے بعد دولاکھ مسلمان اور ہندو برطانوی فوج میں شریک ہو کر ترک بھائیوں سے لڑے اور انھیں شہید کیا۔لیکن اسے نامرادی کہیے کہ انگریزوں نے نقض عہد کیا اور پہلی جنگ عظیم کے اختتام کے بعد بھی ہندوستان کو چھوڑ کر نہیں گئے، اس پر مسٹر گاندھی نے بڑی ہوشیاری سے مسلمانوں میں یہ شوشہ چھوڑا کہ ترکی کی سلطنت خلافت اسلامیہ ہے اور خلافت کا انکار کرنے والا کافر اور اسلام کا دشمن ہے، خواہ وہ نمازی ہو، روزہ رکھتا ہو، فرائض وواجبات کی ادائیگی کرتا ہو، دراصل اس سے مقصود انگریزوں سے بدلا لینا تھا۔

یہی تحریک خلافت تھی جسے 1919ء میں مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر نے مسٹر گاندھی کی قیادت میں شروع کیا جس میں انگریزوں کو دھمکی دی کہ اگر انھوں نے سلطان عبدالحمید کو معزول کیا تو ان کے خلاف علم بغاوت بلند کریں گے۔1920ء میں انڈین نیشنل کانگریس نے اس تحریک خلافت کو خوب اچھالا، اس تحریک میں حسرت موہانی، ابوالکلام آزاد اور دیگر کئی مسلم رہنما شامل تھے۔اس سے قبل کہ یہ تحریک زور پکڑتی۔1922ء میں قوم پرست طاقتوں نے سلطنت عثمانیہ کا تختہ الٹ دیا۔مصطفیٰ کمال اتاترک کی قیادت میں اقتدار سنبھالا اور سلطان عبدالحمید کو معزول کر دیا۔اس طرح 623/ سال رہنے والی تین براعظموں پر محیط سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا۔

تحریک خلافت کو بعد میں تحریک ترک موالات میں تبدیل کر دیا جس کا مطلب تھا کہ انگریزوں کا مکمل بائکاٹ کیا جائے، ان سے میل جول، ان کی ملازمت، مالی امداد، بیع وشرا سب بند کر دی جائے۔جب سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا تو مسٹر گاندھی نے بڑی ہوشیاری سے تحریک ترک موالات بھی ختم کر دی، مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ سے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے بابت سوالات پوچھے گئے، جن میں ایک سوال یہ تھا کہ سلطنت اسلامیہ اور اس کے سلطان عبدالحمید کی مدد کرنی چاہیے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: کرنی چاہیے،

* مضمون نگار دارالعلوم گلشن مصطفیٰ بہادر گنج، ٹھاکر دوارہ، مرادآباد، یوپی کے پرنسپل ہیں۔

سلطنت اسلامیہ ہی کیا ہر محلے، ہر قبیلے، ہر ہر خاندان بلکہ ہر ایک مسلمان بھائی کی مدد کرنی چاہیے، لیکن اپنی وسعت کے مطابق، لہٰذا کمزوروں پر جہاد نہیں اور مفلوک الحال پر مالی تعاون کرنا ضروری نہیں۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ ترکوں کی سلطنت کو خلافت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں؛ اس لیے کہ خلیفہ کے لیے قرشی ہونا شرط ہے۔ اسی طرح امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے تحریک ترک موالات کی بھی پرزور مخالفت کی، جس کا مفصل بیان رسالے "المحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة" اور "دوام العیش فی الائمة من قریش" میں موجود ہے۔ امام احمد رضا خان اپنی سیاسی بصیرت کے باعث اس کے پیچھے مضمر سیاست سے خوب واقف تھے، جس کا انکشاف سلطان عبد الحمید ترکی کی معزولی سے ہوا۔ پھر مسٹر گاندھی نے کسی بہانے سے اسے تحریک کو بھی ختم کر دیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسٹر گاندھی کو مسلمانوں سے ہمدردی تھی تو اسے ختم کیوں کیا؟ دراصل مسٹر گاندھی کا مقصد انگریزوں سے بدلا لینا تھا۔ پھر اس تحریک کا سربراہ گاندھی خود تھا اور مسلمانوں کے لیے سوائے جی حضوری کرنے کے کچھ نہ تھا۔ جب انڈین نیشنل کانگریس نے گاندھی جی کی قیادت میں "تحریک خلافت" اور "تحریک ترک موالات" شروع کی، جس میں بظاہر مسلمانوں کا فائدہ تھا۔ تو ڈاکٹر ہیڈ گیوار کو یہ بات ناپسند آئی اور کہا کہ یہ مسلم ووٹ بینک کی سیاست ہے۔ تاہم کانگریس کا حصہ بنے رہے۔

1925ء میں ڈاکٹر ہیڈ گیوار نے وجے لکشمی کے دن ناگپور میں آر. ایس. ایس کی بنیاد رکھی۔ ڈاکٹر ہیڈ گیوار نے یہ کام اپنے گھر سے شروع کیا اور پہلے روز شاخا اپنے گھر میں ہی لگائی، جس میں صرف بارہ لوگ ہی سننے کے لیے پہنچ سکے۔ اس میں لوگوں کو یوگا، لاٹھی مشق اور سوریہ نمسکار سکھایا جاتا۔ ابھی تک آر. ایس. ایس. کے افکار و نظریات صرف ناگپور تک ہی محدود تھے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر ہیڈ گیوار کا بنارس ہندو یونیورسٹی جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پنڈت مدن موہن مالویہ سے بات کی اور سنگھ کا آفس کھولنے کی درخواست پیش کی۔ پنڈت مدن موہن مالویہ نے P.H.U میں سنگھ کا آفس کھولنے کی اجازت دے دی۔

اس کے بعد ہیڈ گیوار کی ملاقات P.H.U پریسر میں M.S.C کی پڑھائی کر رہے مادھوراؤ سدھا شیوراؤ گولوالکر سے ہوئی اور انھیں آر. ایس. ایس. میں شامل کیا۔ 1940ء میں ہیڈ گیوار کے مرنے کے بعد باہمی رضامندی سے آر. ایس. ایس. کی کمان گولوالکر کے ہاتھوں میں سونپ دی گئی اور گولوالکر کی قیادت میں اس تنظیم کے نظریات دہلی، چنئی، کولکاتا کے ساتھ پورے ملک میں پھیل گئے۔

آر. ایس. ایس. کی چھوٹی بڑی تنظیمیں

آر۔ ایس۔ ایس کی چھوٹی بڑی تنظیمیں مندرجہ ذیل ہیں:
(1) بھارتیہ جنتا پارٹی۔ (2) بجرنگ دل۔ (3) ہندو جاگرن منچ۔ (4) انڈین فارمرس ایسوسی ایشن۔ (5) ہندو سویم سیوک سنگھ۔ (6) راشٹریہ سیوکا سمیتی۔ (7) آل انڈین ورلڈ کونسل۔ (8) وِدّیا بھارتی۔ (9) سرسوتی شیشو مندر۔ (10) ونواسی کلیان آشرم۔ (11) مسلم نیشنل فارم۔ (12) نیشنل سکھ سنگت۔ (13) سوادیشی جاگرن منچ۔ (14) ورلڈ ڈائلوگ سینٹر (15) لگھو ادھیوگ بھارتی۔ (16) وویکانند کیندر۔ (17) انڈین لیبر (18) سیوا بھارتی۔ (19) وشو ہندو پریشد (20) بھارتیہ کسان سنگھ۔ (21) بھارتیہ مزدور سنگھ۔

راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ پریوار (آر. ایس. ایس.) کی اس وقت 40 ممالک میں 57 ہزار سے زیادہ شاخائیں ہیں جن میں روزانہ پچاس لاکھ سے زیادہ ممبر کی شراکت ہوتی ہے۔ آر. ایس. ایس. کا مشن اور ٹارگیٹ کیا ہے، آئیے ذرا اس پر بھی کچھ خامہ فرسائی کر لیتے ہیں۔ آر. ایس. ایس. کا مشن 13 بہت مشہور ہے، یعنی یہ تیرہ نوع کے بدلاؤ چاہتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:
(1) ہندوستان کی جمہوریت ختم کر کے اسے ہندو راشٹریہ بنا دیا جائے۔ (2) ترنگا منحوس ہے اس کی جگہ بھگوا جھنڈے کو اہمیت دی جائے۔ (3) راشٹریہ جھنڈا اسے ہی قرار دیا جائے۔

(4) ہندوستان پر ہندوؤں کا حق ہے مسلمانوں کو جلاوطن کر دیا جائے۔ (5) ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کا بنایا ہوا دستور منسوخ کر کے منو اسمرتی کا قانون نافذ کیا جائے تا کہ اسے رام راج قرار دیا جا سکے۔ (6) گاندھی کی جگہ ناتھورام گوڈسے کو راشٹریہ پتا قرار دیا جائے۔ (7) اسپین کی طرح تمام مساجد و مدارس کو مندروں میں تبدیل کر دیا جائے۔ (8) ہندوستان کا اقتدار ایک برہمن کے ہاتھ میں ہوتا کہ دلتوں کو پھر سے اچھوت بنایا جا سکے۔ (9) سکھ اور آدیواسی لوگوں کو ہندو مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا جائے، قبول نہ کرنے پر کڑی سے کڑی سزا دی جائے۔ (10) برہمن بھگوان کا روپ ہوتے ہیں ایسا قانون بنایا جائے کہ برہمن کو کبھی سزا نہ ہو۔ (11) پولیس اور فوج میں اونچی ذات کے اشخاص بھرتی ہوں۔ (12) سپریم کورٹ وہائی کورٹ، لوک سبھا اور راجیہ سبھا میں گائتری منتر لازم کر دیا جائے۔ (13) مسلمہ عورت سے زنا اور قتل پر کوئی سزا نہ ہو۔

آر۔ایس۔ایس۔ کے کام کرنے کا طریقہ

آر۔ایس۔ایس۔ پانچ طرح کی شاخائیں لگاتی ہے، شاخا کا مطلب ہے میٹنگ! صبح، شام، رات، ہفتہ واری اور ماہانہ مجلسوں کا اہتمام کرتی ہے۔ جس میں لوگ شریک ہوتے ہیں اور یہ صرف ایک گھنٹہ لگائی جاتی ہے۔ اسے مندرجہ ذیل طریقہ سے جانا جاتا ہے۔ صبح کی میٹنگ۔(Prabhat Branch) شام کی میٹنگ۔(Evining Branch) رات کی میٹنگ۔(Night Branch) ہفتہ واری میٹنگ۔(Milan Branch) ماہانہ میٹنگ۔(Sungh Mondaly)

آر۔ایس۔ایس۔ شدت پسندی کا دوسرا نام

بھارت میں دنگے فسادات برپا کرنے میں اس تنظیم کا نام سرفہرست ہے۔ 1927ء کے ناگپور فساد میں اس کا اہم رول رہا ہے۔ 1948ء کو اس تنظیم کے ایک رکن ناتھورام ونائک گوڈسے نے گاندھی کو قتل کر دیا۔ 1969ء کو احمد آباد فساد، 1971ء کو تلشیری فساد اور 1979ء کو بہار کے جمشید پور فرقہ وارانہ فساد میں ملوث رہی۔ 6 دسمبر 1992ء کو اس تنظیم کے اراکین (کارسیوک) نے بابری مسجد میں گھس کر اس کو منہدم کر دیا۔ آر۔ایس۔ایس۔ کو مختلف فرقہ وارانہ فسادات میں ملوث ہونے پر تحقیقی کمیشن کی جانب سے سرزنش کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

دہشت گردانہ سرگرمیاں: درج ذیل وطن مخالف سرگرمیوں میں سنگھ پریوار تنظیمیں ملوث ہیں۔ مالیگاؤں بم دھماکا، حیدرآباد مکہ مسجد بم دھماکا، اجمیر بم دھماکا، سمجھوتہ ایکسپریس بم دھماکا۔

آر۔ایس۔ایس۔ حمایتی تنظیموں کے دہشت گردانہ نعرے:

(1) ملے کاٹے جائیں گے جب رام رام چلائیں گے۔ (2) دیش کے غداروں کو گولی مارو سالوں کو۔

آر۔ایس۔ایس۔ کے منصوبے

قارئین کرام! آئے دن سڑکوں، شاہراہوں سے گزرتے ہوئے غیر مسلموں کے روڈ شو اور جلوسوں میں نفرتی گانے سنتے رہتے ہیں، جن کو سن کر نفرت کی آگ بھڑک جاتی ہے اور زیادہ تر ہندو مسلم تنازعہ کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ اس گانے میں کیے گئے دعووں سے آپ آر۔ایس۔ایس۔ کے منصوبوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کنہیا متّل کا گایا ہوا یہ گانا پہلے آپ پڑھیں پھر احساس کریں کہ آنے والے ایام کس قدر بھیانک ہونے والے ہیں۔ کہتا ہے:

جو رام کو لائے ہیں ہم ان کو لائیں گے
دنیا میں پھر سے ہم بھگوا لہرائیں گے
یو۔پی میں پھر سے ہم بھگوا لہرائیں گے
یودھیا بھی سجادی ہے کاشی بھی سجادی ہے
گھنشام کرپا کردو متھرا بھی سجائیں گے
بھگوا ہے چولا جن کا بس رام کی بات کرے
ہندو ہیں ہندو ہم، بس رام کی بات کریں
اوپر سے نہیں ہیں رام اندر سے رام کے ہیں
بس اسی لیے یوگی بندے کمال کے ہیں
ہوگی جی آئے ہیں ہوگی ہی آئیں گے
سنتوں کی نگری کو باباجی چلائیں گے

ایسے سینکڑوں گانے آپ کو یوٹیوب پر مل جائیں گے جو

احوال وطن

مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کے لیے لکھے گئے۔غیر مسلموں کا ہندو راشٹر بنانے کا جوخواب ہے اگر یہ شرمندۂ تعبیر ہو گیا تو مسلمان اپنی خیر منائیں۔شعائر اسلامی پر پابندی عائد کر دی جائے گی، ہلاکو اور چنگیز والا دور آجائے گا جنھوں نے اسلام کو جڑ سے مٹانے کی ٹھان رکھی تھی اور مسلمانوں کے سروں کے مینار بنائے ،مسلمانوں کی کھوپڑیوں میں شراب پی، مسلمانوں کا خون پانی سے بھی ارزاں سمجھ کر نالیوں کی نذر کیا،مسلمان اگر اب بھی بیدار نہ ہوتو اسپین کی طرح مسلمانوں کا قتل عام ہوگا۔

یادرکھیں ہمیں اپنی حالت خود ہی بدلنا ہوگی، آسمان سے کوئی فرشتہ بچانے نہیں آئے گا، نہ کوئی دوسرا ملک ہمیں بچائے گا۔مفہوم آیت ہے: یقیناً اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل لے۔البتہ مایوسی کفر ہے، اگر مسلمان اپنے وجود کی بقا واستحکام کی سعی کریں گے تو یقیناً مدد آئے گی۔

ماب لنچنگ کی روح فرساں وارداتیں

(1)22 جون 2017ء عید کی خریداری کر کے گھر لوٹ رہے تیرہ سالہ حافظ محمد جنید کو ہندوانتہا پسندوں نے چاقوؤں سے حملہ کر کے بلبھ گڑھ ریلوے اسٹیشن پر قتل کر کے پھینک دیا۔ (2) 2 جون 2014ء کو پونہ میں ہڈپسر واقع انتی نگر مسجد کے باہر نماز پڑھ کر لوٹ رہے تکنیکی ماہر محسن شیخ کو ہندوتوا تنظیم ہندو راشٹریہ سینا (ایچ. آر. ایس) کے کچھ افراد نے ہجومی تشدد میں قتل کر دیا۔ ہلاکت کے نو سال بعد 27 جنوری 2023ء کو سبھی 21 ملزمان کو سیشن کورٹ نے باعزت بری کر دیا۔(3)23 جون 2023ء کو مہاراشٹر کے ضلع ناسک میں رہنے والے لقمان انصاری کو گائے کے تحفظ کے لیے بنائی گئی تنظیم راشٹریہ بجرنگ دل کے کچھ گئو رکشکوں نے پیٹ پیٹ کر جان سے مار ڈالا۔

یہ معاملہ اس وقت پیش آیا جب لقمان انصاری اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ٹیمپو میں اپنے کچھ مویشی لے جارہا تھا، کچھ گئو رکشکوں نے انھیں روک لیا چار گائے ان سے چھڑانے میں کامیاب رہے اور ٹیمپو گھاٹن دیوی کے طرف لے چلے اور وہاں لے جا کر مبینہ طور پر مار پیٹ شروع کر دی۔لقمان کے ساتھی بھاگنے میں کامیاب ہوئے۔اس کا پتہ اس وقت چلا جب لقمان انصاری کی لاش ایک کھائی میں ملی۔یہ تین واقعات ماب لنچنگ کے عدیم الفرصتی میں درج کیے۔ان شاء اللہ کسی اور مقالے میں بالتفصیل ماب لنچنگ کے واقعات ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کروں گا۔

□□□

ص ۵۳ /کا بقیہ..

علم پر ان کے خم ابن جوزی ہوئے
چرخِ علمِ شریعت ہیں غوث الوریٰ

غیب سے ان پہ ہوتا ہے القا عجب
بارشِ فضل وحکمت ہیں غوث الوریٰ

قول ان کا اَرُدُّ القضا ہے دلیل
ربِّ قادر کی قدرت ہیں غوث الوریٰ

لوحِ محفوظ پر ان کی ہردم نظر
قدر کی قدر و قیمت ہیں غوث الوریٰ

قم باذنی میں ہے رمز یہ مستتر
قربِ رب کی حقیقت ہیں غوث الوریٰ

حضرت خضر بھی ان کے سامع رہے
ایسی جان خطابت ہیں غوث الوریٰ

عہد طفلی میں رہزن کو تائب کیا
ایسے مہر ہدایت ہیں غوث الوریٰ

ماں بھلائی کی ماں باپ نیکوں کے باپ
جلوہ گاہِ سعادت ہیں غوث الوریٰ

ان سے قائم ہے تنویرِ راہِ سلوک
ذکر ہُو کی امانت ہیں غوث الوریٰ

ہے لعابِ شہِ دیں کا بین اثر
آبروئے فصاحت ہیں غوث الوریٰ

قدسی سرکار آسی کا ہے قول حق
ہر فضیلت کے جامع ہیں غوث الوریٰ

از: مفتی غلام مصطفےٰ نعیمی*

اتراکھنڈ! مذہبی تعلیم کا مستقبل اور خدشات

اتراکھنڈ میں تیس جون 2026ء کو مدرسہ بورڈ کو آفیشلی ختم کر دیا گیا۔اس کی جگہ "اتراکھنڈ اقلیتی تعلیمی اتھارٹی" کی تشکیل دی گئی ہے،حکومتی آرڈر کے مطابق اب بغیر اس اتھارٹی کے منظوری کے کوئی بھی مدرسہ نہیں چلایا جا سکتا۔خلاف ورزی کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

مدرسہ بورڈ کا فائدہ؟

اتراکھنڈ میں سال 2016 میں کانگریس کی ہریش راوت حکومت نے اقتدار کے آخری دور میں مدرسہ بورڈ کی تشکیل کی تھی۔جس کا مقصد یوپی بہار وغیرہ کی طرز پر مذہبی اداروں کو حکومتی امداد اور ان کی اسناد کو قانونی درجہ دینا تھا۔حالانکہ اپنی مدت کے اختتام تک کانگریس حکومت یہ دونوں ہی کام نہیں کر پائی اور سال 2017 میں بی جے پی حکومت برسر اقتدار آ گئی۔تب سے اب تک وہی اقتدار میں ہے۔

ان نو سالوں میں مدرسہ بورڈ شوپیس بنا رہا۔مدارس کو حکومتی امداد ملی نہ ہی مدرسہ بورڈ کی جاری کردہ اسناد کو قانونی حیثیت ہی مل سکی۔اس طرح مدرسہ بورڈ سفید ہاتھی کی شکل میں رہا۔جس کا اہل مدرسہ کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔مدرسہ بورڈ سے جاری مولوی، عالم فاضل کی اسناد کو ملک تو کجا اتراکھنڈ میں بھی کسی بورڈ/ یونیورسٹی سے منظوری نہیں ملی۔اب جب کہ بی جے پی حکومت اپنا دوسرا ٹرم پورا کرنے جا رہی ہے تو اس نے مدرسہ بورڈ کو تحلیل کر کے ایک ایسا راستہ کھول دیا ہے جو مذہبی تعلیم کو سخت نقصان پہنچانے والا ہے۔

نئی اتھارٹی اور خدشات

اتراکھنڈ سے آسام اور یوپی میں مدرسہ بورڈ کو ختم کیا گیا تھا۔آسام میں یہ کام براہ راست حکومت نے قانون سازی کے ذریعہ کیا جب کہ یوپی میں یہ کام ایک سوشل کم سیاسی ورکر کی درخواست پر یوپی ہائی کورٹ کے فیصلے سے ہوا۔دونوں ہی فیصلوں کا محور امداد یافتہ مدارس تھے۔دونوں جگہ ایک ہی بنیادی سبب بتایا کہ سیکولر ملک میں مذہبی تعلیم کے لیے حکومتی بجٹ جاری نہیں کیا جا سکتا۔دونوں ہی صوبوں کا معاملہ سپریم کورٹ میں پہنچا جہاں یوپی والوں کو اسٹے کی شکل میں جزوی راحت ملی جب کہ آسام والوں کی شنوائی جاری ہے۔

غالباً انہیں دو تجربات کے بعد اتراکھنڈ حکومت نے براہ راست مدرسہ بورڈ ختم کرنے کی بجائے متبادل اتھارٹی بنانے کا راستہ اختیار کیا، تاکہ بات کورٹ تک پہنچے تو یہ کہ کر دفاع کیا جا سکے کہ ہم نے کسی کا حق نہیں چھینا بلکہ دیگر اقلیتوں کو بھی شامل کر کے نیا بورڈ/ اتھارٹی بنا دی ہے تاکہ اس کا فائدہ سبھی اقلیتی قوموں کو حاصل ہو۔

مذکورہ تعلیمی اتھارٹی سے سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کے دائرے میں تمام مذہبی اداروں کو شامل کر لیا گیا ہے۔چاہے وہ سابقہ بورڈ سے منظور شدہ ہوں، یا مسلمانوں کی ذاتی رقم سے چلنے والے مکاتب و مدارس۔اب ہر مذہبی ادارے کو مذکورہ اتھارٹی سے منظوری لینا لازمی ہے۔خلاف ورزی کو جرم بنا دیا گیا ہے۔اتھارٹی کا یہی غیر معمولی اختیار سب سے زیادہ پریشان کن ہے۔یہ اختیار براہ راست دستور ہند کے بنیادی حقوق کی دفعہ 30(1) کی خلاف ورزی کرتا ہے۔دفعہ 30(1) کے تحت ہر مذہبی کمیونٹی کو اپنی زبان کے مطابق مذہبی تعلیمی ادارے قائم کرنے کا قانونی حق حاصل ہے:

"All minorities, whether based on religion or language, shall have the

right to establish and administer educational institutions of their choice"(constitution of India page 14)

تمام اقلیتوں کو، چاہے وہ مذہب کی بنیاد پر ہوں یا زبان کی بنیاد پر، یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کریں اور ان کا انتظام کریں۔"

اس دفعہ کے مطابق مذہبی اداروں کا " قیام اور انتظام" اقلیتوں کا بنیادی حق ہے۔لیکن مذکورہ اتھارٹی اس دستوری حق میں واضح طور پر دخل اندازی کرتی نظر آرہی ہے۔

- اتھارٹی میں چیئرمین سمیت کل گیارہ ارکان رکھے گئے ہیں جس میں پانچ ارکان حکومتی افسر ہوں گے۔پانچ ارکان سکھ، عیسائی، جین، بودھ اور پارسی سماج سے جب کہ ایک نمائندہ مسلم قوم سے شامل رہے گا۔
- ہر ادارے کو دہری منظوری لینا ہوگی، پہلے صوبائی ایجوکیشنل بورڈ سے بعدہ اقلیتی تعلیمی اتھارٹی سے!
- صبح سے دوپہر تک این سی ای آر ٹی کا اسکولی نصاب پڑھایا جائے گا،اس وقت میں مذہبی تعلیم بالکل نہیں دی جائے گی۔
- دوپہر کے بعد دی جانے والی مذہبی تعلیم کا نصاب بھی یہی اتھارٹی طے کرے گی۔فی الحال اتھارٹی نے مذہبی تعلیم کے لیے جو نصاب مقرر کیا ہے وہ یہ ہے: کلمہ خوانی، ناظرہ قرآن پہلی کلاس سے آٹھویں کلاس تک! صرف اتنی ہی تعلیم دی جائے گی۔
- آٹھویں سے بارہویں کا نصاب ابھی جاری نہیں کیا گیا۔
- مذکورہ نصاب بھی اختیاری ہے، لازمی نہیں ہے۔
- اتھارٹی سے منظوری کے لیے ادارے کے پاس رجسٹرڈ سوسائٹی/ٹرسٹ ہو اور زمین کی ملکیت اسی سوسائٹی/ٹرسٹ کے نام درج ہو۔

غور کریں!

مذکورہ شرائط کس قدر خطرناک اور پریشان کن ہیں۔کیا ان شرائط کے ہوتے ہوئے مذہبی ادارے اپنی روح کو باقی رکھ سکتے ہیں۔

نزاکت کو سمجھیں!

مدارس میں عموماً انہیں طلبہ کی اکثریت ہوتی ہے جو حفظ و قرأت اور درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔تفسیر وحدیث اور فقہ وافتا کے فاضلین بنائے جاتے ہیں،لیکن مذکورہ اتھارٹی کے بعد یہ سارا نصاب پڑھانا ناممکن ہوجائے گا۔

وقت رہتے اس مسئلے کا قانونی حل نہیں تلاشا گیا تو یہی تجربہ ملک کی دیگر ریاستوں میں بھی اختیار کیا جائے گا۔اس وقت بی جے پی اکیس ریاستوں میں حکومت کر رہی ہے۔

ذرا سوچ کر دیکھیں!!

اگر جامعہ اشرفیہ مبارک پور، منظر اسلام بریلی، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی اور جامعہ امجدیہ گھوسی جیسے اداروں کو صرف ناظرہ قرآن تک محدود کر دیا جائے تو ملت کا حال کیا ہوگا؟

اگر ہم نے وقت رہتے اس معاملے کی نزاکت وحساسیت کو نہیں سمجھا تو یہی کھیل پورے ملک میں کھیلا جائے گا اور ملت کو ایسا ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا کہ آنے والی نسلوں کو قرآن و حدیث کے مسائل بتانے والا عالم ملے گا نہ صحیح طریقے سے نماز پڑھانے والا امام!

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

□□□

ص ۵۴ رکا بقیہ...

سے کتب معتبرہ کو نشان زد بھی کر دیا گیا ہے۔ایک ماہر مفتی پر لازم ہے کہ فتویٰ نویسی میں ان امور کا ضرور خیال رکھے۔"ضمیمہ" میں کتب فقہ کی ابجدی فہرست دی گئی ہے اور تذنیب کے اندر کتاب میں مذکور فقہا کی صدی وار فہرست درج ہے۔مفتی مشتاق احمد امجدی نے بڑی محنت سے یہ کتاب (کل صفحات: ۴۰۰) لکھی ہے اور اصولِ تحقیق کا لحاظ کرتے ہوئے معتبر محققین اور اصول افتا کے ماہرین کی آرا کی روشنی میں بحثیں رکھی ہیں اور ان سے کارآمد نتائج اخذ کیے ہیں، یوں یہ کتاب ایک مستند، معتبر علمی و تحقیقی دستاویز بن گئی ہے، راقم سطور پوری اردو دنیا میں جاری مشق افتا کے اداروں کی نصابی کتب میں "برکاتِ تراجم" کو شامل کرنے کی سفارش کرتا ہے۔

دوسری قسط

ازمفتی سید فیضان رضا حسنی*

علمائے اہل سنت رامپور کی علمی اور دینی خدمات

گزشتہ سے پیوستہ

ظہر کا آخر وقت اور عصر کا اوّل وقت: مفتی ارشاد حسین رامپوری نے انتصار الحق کے اسی باب میں ظہر اور عصر کے اوقات پر نہایت محدثانہ اور فقیہانہ انداز میں گفتگو فرمائی۔ انہوں نے دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ کا موقف حدیث نبوی اور سنت نبوی کے عین مطابق ہے۔

انہوں نے وضاحت کی کہ ظہر کا آخر وقت اور عصر کا اوّل وقت وہی ہے جو امامِ اعظم ابوحنیفہ نے بیان فرمایا اور اس میں کسی قسم کا اختلاف یا تردد باقی نہیں رہتا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وقتِ ظہر کے باب میں امام ابوحنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرنے کا دعویٰ درست نہیں ہے، بلکہ امامِ اعظم کا موقف مستقل اور مضبوط دلائل پر قائم ہے۔

اس طرح مفتی صاحب نے نہ صرف فقہِ حنفی کے موقف کو حدیث وسنت کی روشنی میں مستحکم کیا بلکہ یہ بھی واضح کر دیا کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ کی آراء کوئی اجتہاد وقیاس نہیں بلکہ براہِ راست نصوصِ شرعیہ اور سنتِ نبوی کی بنیادوں پر کھڑی ہیں۔

جمع بین الصلاتین: کتاب کے مذکورہ باب میں ''جمع بین الصلاتین'' کے مسئلہ پر بھی نہایت باریک بین حدیثی اور فقہی زاویوں سے کلام فرمایا۔ انہوں نے مدلل انداز میں یہ ثابت کیا کہ جمع حقیقی، اپنی دونوں صورتوں یعنی جمع تقدیم اور جمع تاخیر کے ساتھ ناجائز ہے اور عرفات ومزدلفہ کے علاوہ دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں۔

یہی موقف امامِ اعظم ابوحنیفہ کا ہے اور اسی پر صحابہ کرام میں سے عبد اللہ بن مسعود، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن عمر اور تابعین میں سے امام ابراہیم نخعی، ابن سیرین، مکحول، جابر بن زید اور عمرو بن دینار کا مذہب ہے۔

انہوں نے ان احادیث کی بھی توضیح فرمائی جن میں جمع بین الصلاتین کا ذکر آیا ہے اور واضح کیا کہ اس سے مراد جمع صوری ہے۔ یعنی پہلی نماز کو اس قدر مؤخر کیا کہ جب اس کے وقت میں صرف ادائے نماز کے بقدر وقت باقی رہا تو اسے ادا کیا اور تکمیل نماز کے ساتھ اس کا وقت ختم ہو گیا، پھر دوسری نماز کا وقت شروع ہوتے ہی پہلی نماز سے متصل دوسری نماز ادا کی گئی، اس ترتیب سے بظاہر ایسا محسوس ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا، حالانکہ حقیقت میں ہر نماز اپنے وقت پر ہی ادا ہوئی۔

اس طرح مفتی صاحب نے نہ صرف فقہ حنفی کے موقف کو مضبوط دلائل کے ساتھ پیش کیا بلکہ یہ بھی واضح کر دیا کہ سنت نبوی ﷺ اور صحابہ کرام کے عمل کے مطابق حقیقی جمع جائز نہیں اور جو روایات وارد ہیں وہ دراصل جمع صوری کی طرف راجع ہیں، یہ کلام فقہی بصیرت، حدیثی تحقیق اور علمی تشفی کا حسین امتزاج ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مفتی ارشاد حسین رامپوری نے انتصار الحق میں جس تحقیقی بصیرت کے ساتھ فقہِ حنفی کے مسائل اور دلائل کو پیش کیا ہے، اس کے نتیجہ میں غیر مقلدین اہلِ حدیث کے امام وپیشوا میاں جی نذیر حسین دہلوی صاحب کی حدیث دانی کی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ ان کے اعتراضات اور دلائل کا اس انداز میں رد کیا کہ گویا ان کی پوری علمی عمارت ریت کی دیوار ثابت ہوئی۔

لہٰذا ان مباحث سے یہ حقیقت خوب آشکار ہو گئی کہ مفتی ارشاد حسین رامپوری نے ایک طرف فقہِ حنفی کی عظمت کو اجاگر کیا اور دوسری طرف غیر مقلدین کے تمام علمی دعووں کو شائستہ مگر فیصلہ

کن انداز میں تہ خاک کر دیا۔

فتاویٰ ارشادیہ:

مفتی ارشاد حسین رامپوری علیہ الرحمہ فقہی بصیرت اور حق گوئی کی اپنی مثال آپ تھے۔آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار فتاویٰ تحریر فرمائے، جن میں سے تقریباً ڈھائی سو فتاویٰ مرتب ہو کر مولانا عبد الغفار خاں رامپوری کے اہتمام سے دو جلدوں میں" فتاویٰ ارشادیہ" کے نام سے شائع ہوئے۔آپ فتویٰ نویسی میں کسی کی رعایت یا مداہنت کو روا نہیں رکھتے تھے۔

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ایک روز صاحبزادہ مہدی علی خاں (نواب احمد علی خاں کے داماد، جو شیعہ مذہب رکھتے تھے) نے فساد کی نیت سے شیعہ سنی نکاح کے بارے میں فتویٰ طلب کیا۔ مفتی صاحب نے اپنے شاگرد سے جواب لکھوایا کہ: ''حنفیہ کے نزدیک شیعہ سنی نکاح درست نہیں'' چونکہ اس فتویٰ کی زد نواب رامپور پر بھی پڑتی تھی، اس لیے یہ فتویٰ نواب کلب علی خاں کے سامنے پیش کیا گیا۔نواب صاحب بظاہر رنجیدہ ہوئے، مگر بردباری اور حکمت سے کام لیتے ہوئے کہہ دیا کہ یہ جواب براہِ راست مولانا کے قلم سے نہیں ہے۔

بعد ازاں نواب صاحب نے خود مہدی علی خاں کے سامنے اس مسئلے کا ذکر چھیڑا اور مفتی ارشاد حسین رامپوری سے کہا ''ایسے مسائل کے جواب میں کچھ تامل سے کام لینا چاہیے'' اس پر مفتی صاحب نے بے ساختہ فرمایا: ''جو کچھ لکھا گیا ہے وہی حق ہے، اور اس کا چھپانا شرعاً ممنوع ہے۔ امورِ شرعیہ میں کسی کی رعایت جائز نہیں'' یہ کہہ کر اٹھے اور فوراً شاہ جہان پور کے لیے روانہ ہو گئے۔

جب نواب کلب علی خاں کو یہ خبر ملی تو بے قرار ہو گئے اور فوراً ارکانِ ریاست کو حکم دیا کہ راستے میں جا کر مولانا کی خدمت میں اپنی پگڑیاں ان کے قدموں میں رکھ کر عرض کریں: ''میں اپنی تقصیر اور بے ادبی کی معافی چاہتا ہوں، اپنی خطا پر شرمسار ہوں اور آئندہ احکامِ شرعیہ میں کبھی بے جا مداخلت نہیں کروں گا'' نواب صاحب کے اس عہد و پیمان کے بعد مفتی ارشاد حسین رامپوری موضع دھمورہ کے قریب سے رامپور واپس تشریف لے آئے۔ (ماخوذ از: فتاویٰ ارشادیہ ج ۱، ص ۲۴، ۲۵، حالاتِ مصنف)

یہ واقعہ اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ مفتی ارشاد حسین رام پوری نے ہمیشہ حق کو بے خوف و خطر بیان کیا اور شرعی احکام میں کسی مصلحت یا رعایت کو جگہ نہ دی۔ یہی ان کی علمی عظمت اور دینی استقامت کا حقیقی مظہر ہے۔

مفتی ارشاد حسین رامپوری اپنی علمی عظمت اور فقہی بصیرت کے سبب مرجع الفتویٰ کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے محققین اور مصنّفین بھی جب کسی علمی اشکال یا شبہ میں مبتلا ہوتے تو ان کی طرف رجوع کرتے۔

مولانا شبلی نعمانی، جو مفتی ارشاد حسین کے شاگرد تھے، جب امام اعظم ابو حنیفہ کی سوانح عمری لکھ رہے تھے تو فتاویٰ کے حوالے سے انہیں بعض مقامات پر شبہات پیش آئے، خصوصاً وہ مسائل جو عقود الجمان میں مذکور تھے۔ اس وقت مولانا شبلی نعمانی نے نہایت ادب و احترام کے ساتھ اپنے استاد کی خدمت میں رجوع کیا اور یوں تحریر کیا:

''مخدوم و مطاع دامت افضالہم، بعد آداب و مراسمِ تحیت و تسلیم، یہ گزارش ہے کہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کی سوانح پر بڑی جدو جہد سے کام کر رہا ہوں، مگر فتاویٰ کے حوالے سے دو مقام پر کچھ شک و شبہ پیدا ہوا ہے۔ اس لیے آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں تا کہ تشفی فرما دی جائے۔'' (مولانا سید شاہد علی رامپوری، مفتی ارشاد حسین — حیات، خدمات، نظریات، تعلیمات، ص ۲۴)

یہ خط اس بات کا ثبوت ہے کہ مفتی ارشاد حسین رامپوری نہ صرف اپنے وقت کے جلیل القدر فقیہ تھے بلکہ اہل علم کے لیے ایک معتبر مرجع بھی تھے۔ ان کی علمی استقامت اور حق گوئی نے انہیں اس مقام پر فائز کیا کہ بڑے بڑے محققین و مصنّفین بلکہ معاصرین بھی جب کسی علمی اشکال میں الجھتے تو ان کی طرف رجوع کرتے اور ان کے فیصلوں اور آراء کو سند مانتے تھے۔

فتاویٰ ارشادیہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ آپ نے دین کے بنیادی عقائد اور اہل سنت کے معمولات کو نہایت

وضاحت اور قوتِ استدلال کے ساتھ بیان فرمایا۔

فتاویٰ ارشادیہ کی جلد اوّل میں مفتی ارشاد حسین صاحب نے درجِ ذیل اصولی نکات واضح کیے ہیں:

کذبِ باری تعالیٰ کو ممتنع و ناممکن قرار دیا۔ خلفِ وعید باری تعالیٰ کو ممتنع بالذات مانا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نورِ مصطفیٰ ﷺ کو پیدا کیا، حضور ﷺ کی تعظیم کو فرضِ عین قرار دیا، شبِ معراج میں حضور ﷺ کے دیدارِ الٰہی کو ثابت کیا۔ حضور ﷺ کے مردوں کو زندہ کرنے کے معجزے کو بیان کیا۔ حضور ﷺ کی شفاعت کو قطعی مانا۔ حضور ﷺ کے روضۂ انور سے جہاں چاہیں تشریف لے جانے کو ثابت کیا۔ حضور ﷺ کی شان میں تنقیص کو کفر قرار دیا۔ حضور ﷺ کے والدین کو مومن قرار دیا۔ سبِّ شیخین کو کفر قرار دیا۔ میلاد شریف کے لیے دن معین کرنا، لوگوں کو جمع کرنا اور شیرینی تقسیم کرنا جائز بتایا۔ میلاد میں ذکرِ ولادت کے وقت قیام کو مستحب قرار دیا۔ نماز کے بعد صلاۃ وسلام پڑھنے کو جائز کہا۔ لفظِ سلام غیر نبی کے لیے متابعت نبی میں جائز بتایا۔ انبیا و اولیا کے مزارات اور گنبد بنانے کو جائز کہا۔ نمازِ تراویح کو سنت مؤکدہ قرار دیا۔ قراءت خلف الامام کو ناجائز بتایا۔ آمین آہستہ کہنا سنت اور زور سے کہنا خلافِ سنت قرار دیا۔

اسی مجموعہ میں ایک مقام پر محفلِ میلاد میں شرکت کرنے سے انکار کرنے والے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"بلاشبہ وہ شخص فاسق العقیدہ ہے جو مجلسِ ذکر و مناقب اور ذکرِ ولادت شریف آں حضرت ﷺ کو یہ کہتا ہے کہ ایسی مجلس میں اہل سنت نہیں آیا کرتے، نعوذ باللہ"۔

(فتاویٰ ارشادیہ، ج ۱، ص ۸۳)

الغرض مفتی ارشاد حسین رامپوری نہ صرف مرجع الفتویٰ تھے بلکہ اہل سنت کے عقائد و معمولات کے محافظ بھی تھے۔ آپ نے کسی مصلحت یا رعایت کے بغیر حق کو بیان کیا اور دین کے اصولوں کو واضح کر کے آنے والی نسلوں کے لیے ایک مضبوط علمی وراثت تصانیف و فتاویٰ کی شکل میں چھوڑی جو محض فقہی مجموعہ نہیں بلکہ اہل سنت کے عقائد و اعمال کی حفاظت اور ان کی حقانیت کا روشن مینار ہیں۔

تقریظاتِ ارشادیہ

اس کے علاوہ مفتی ارشاد حسین رامپوری علیہ الرحمہ نے اپنے ہم عصر علما و فضلا کی جن کتابوں پر تقریظات لکھیں اُن میں وہ کتابیں بھی ہیں جو "ردِّ وہابیت و غیر مقلدیت" پر لکھی گئی تھیں۔

تقریظِ ارشادی بر ایذان الاجر و منیر العین

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کتاب "إیذان الأجر فی أذان القبر" اور "منیر العین فی تقبیل الإبهامین" ان دونوں پر مفتی ارشاد حسین رامپوری علیہ الرحمہ کی تقریظ موجود ہے۔

پہلی کتاب "ایذان الأجر" اس سوال کے جواب میں ہے کہ وقتِ دفن "قبر پر اذان" کہنا کیسا ہے؟ فاضل بریلوی ایک سوال کے جواب میں اپنے اس رسالہ کی یوں توصیف فرماتے ہیں: "قبر پر اذان کہنے میں میت کا دل بہلنا اور اس پر رحمت الٰہی کا اترنا اور سوال و جواب کے وقت شیطان کا دور ہونا اور ان کے سوا اور بہت فائدے ہیں جن کی تفصیل ہمارے رسالہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور دوسری کتاب "منیر العین" اس سوال کے جواب میں ہے کہ "اذان میں حضور ﷺ کا نامِ اقدس سُن کر انگوٹھے چُومنا کیسا ہے۔" فاضل بریلوی ایک جگہ خود ارشاد فرماتے ہیں: "اذان میں نامِ اقدس سُن کر انگوٹھے چُومنا حسبِ تصریح کتبِ فقہ ردالمحتار حاشیہ درمختار و جامع الرموز شرح نقایہ و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد مستحب ہے۔" اس کا مبسوط بیان ہماری کتاب "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں ہے اس پر انکار بھی آج کل شعارِ وہابیہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۴۵، کتاب الشتّٰی)

یہ کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین محض مسئلۂ تقبیل ابہامین کے جواز و استحباب کا روشن بیان نہیں بلکہ اصولِ حدیث

کا ایک نفیس اور جلیل رسالہ ہے۔ اس میں فن حدیث کے متعدد مباحث کو ایسی انیق تحقیق کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ موافق و مخالف ہر طالبِ حدیث ان سے فوائد عالیہ اور فرائد غالیہ کا استفادہ کرسکتا ہے۔

ضمنی طور پر اس رسالے میں قدیم نجدی خیالات اور جدید وہابی افکارِ دہلی و گنگوہ وغیرہم کا بھی نہایت واضح ابطال وازہاق کیا گیا ہے اور مذہب مہذب اہلِ سنت و جماعت نصرہم اللہ و حفظہم کا مبرہن اثبات و احقاق سامنے آیا ہے۔

اسی ضمن میں رسالہ تاریخی الہاد الکاف فی حکم الضعاف کے مضامین بھی شامل ہیں۔ یعنی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ ''منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین'' میں افادہ شانزدہم سے افادہ بست وسوم (آٹھ افادات) کو الھاد الکاف فی حکم الضعاف سے موسوم کیا ہے، جس میں قبولِ حدیثِ ضعیف فی الفضائل کے مسئلے کو اس عظیم تحقیق اور جلیل تدقیق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اس درجے کی وضاحت اور استحکام کہیں اور نظر نہیں آتا۔

یوں منیر العین نہ صرف ایک فقہی و حدیثی رسالہ ہے بلکہ اصولِ حدیث کے باب میں ایک درخشاں علمی یادگار ہے۔

اصولِ حدیث اور ضعیف و موضوع روایات پر اعلیٰ حضرت کے افادات، فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں:

فرقِ صحیح و موضوع: حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ (ج ۵، ص ۴۴۰–۴۴۱) صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ (ج ۵، ص ۴۴۰–۴۴۱) لفظ لایثبت سے حدیث کے موضوع ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ (ج ۵، ص ۴۴۲)

سند و اتصال: سند کا منقطع ہونا وضع کو لازم نہیں کرتا۔ (ج ۵، ص ۴۴۸) ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک انقطاع سے صحت و حجیت میں خلل نہیں آتا۔ (ج ۵، ص ۴۴۸) مرسل حدیث ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ (ج ۵، ص ۲۹۲) مرسل ہر وہ حدیث ہے جس کی سند متصل نہ ہو، اور اگر ثِقہ راوی مرسل لائے تو وہ مقبول ہے۔ (ج ۱۷، ص ۱۰۶)

ضعف و اضطراب: حدیث مضطرب، منکر یا مدرج بھی موضوع نہیں، بلکہ فضائل میں مقبول ہیں۔ (ج ۵، ص ۴۵۰) ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہنا ظلم ہے۔ (ج ۵، ص ۴۳۵) منکر و متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ (ج ۵، ص ۴۵۵–۴۵۶) ضعیف و متروک میں زمین و آسمان کا فرق ہے؛ ضعیف معتبر اور متابعت و شواہد میں مقبول ہے، بخلاف متروک۔ (ج ۵، ص ۳۰۳)

تعددطرق وتقویت: بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے، اصل حدیث کے اعتبار سے نہیں۔ (ج ۵، ص ۴۶۸) تعددِ طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی ہے، بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔ (ج ۵، ص ۴۷۲) حدیث کو قوت حاصل کرنے کے لیے صرف دو سندیں کافی ہیں۔ (ج ۵، ص ۴۷۵) اہلِ علم کے عمل سے ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے۔ (ج ۵، ص ۴۷۵)

حجیت و عمل: حدیث حسن احکامِ حلال و حرام میں حجت ہے۔ (ج ۵، ص ۴۳۷) کسی مقصد کا ثبوت حدیثِ صحیح پر موقوف نہیں، بلکہ حدیثِ صحیح کی طرح حدیثِ حسن سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ (ج ۱، ص ۲۴۱) حدیثِ ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے، خصوصاً محلِ احتیاط میں۔ (ج ۵، ص ۴۹۴) حدیثِ ضعیف پر عمل کے لیے اس فعل میں حدیثِ صحیح کا آنا ضروری نہیں۔ (ج ۵، ص ۵۰۱) حلیہ میں فرمایا: جب حدیثِ ضعیف بالاجماع فضائل میں مقبول ہے تو اباحت میں بدرجۂ اولیٰ۔ (ج ۱، ص ۲۴۰) حدیثِ ضعیف سے استحباب ثابت ہوتا ہے، سنیت نہیں۔ (ج ۱، ص ۱۹۶) حدیثِ موضوع بالاجماع ناقابلِ اعتبار ہے، نہ فضائل میں اور نہ احکام میں۔ (ج ۵، ص ۴۴۰)

راوی و جہالت: کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اسے ضعیف بناتا ہے، موضوع نہیں۔ (ج ۵، ص ۴۴۳) مجہول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے۔ (ج ۵، ص ۵۹۵) جہالتِ راوی کے اثر پر علما میں اختلاف ہے کہ آیا یہ صحت و حجیت کو مانع ہے یا نہیں۔ (ج ۵، ص ۴۴۳) مجہول کی تین قسمیں ہیں: مستور:

جس کی عدالتِ ظاہری معلوم ہو اور باطنی کی تحقیق نہ ہو۔ مجہول العین: جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔ مجہول الحال: جس کی عدالتِ ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہ ہو۔ قسمِ اوّل یعنی مستور جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ باقی دو اقسام کو بعض اکابر حجت جانتے ہیں، مگر جمہور انہیں موجبِ ضعف مانتے ہیں۔ (ج ۵، ص ۴۴۳-۴۴۴)

دیگر نکات: چند اوہام یا خطائیں محدث کو ضعیف نہیں کرتیں۔ (ج ۵، ص ۱۸۴) حدیث صحیح نہ ہونے کے معنی یہ نہیں کہ وہ غلط ہے۔ (ج ۵، ص ۴۳۶) فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں، نہ صرف ثوابِ اعمال۔ (ج ۵، ص ۶۰۰) ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ جس سے روایت فرمالیں، اس کی ثقاہت ثابت ہے۔ (ج ۵، ص ۶۱۲) مشاجراتِ صحابہ میں سیر و تاریخ کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں۔ (ج ۵، ص ۵۸۲) عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر اور انس سے افقہ ہیں۔ (ج ۵، ص ۳۱۱)

خلاصہ: اعلیٰ حضرت نے اصولِ حدیث کے ان مباحث میں نہایت باریک بینی سے یہ واضح فرمایا کہ ضعیف حدیث کو موضوع کہنا ظلم ہے، تعددِ طرق سے ضعیف حدیث حسن کے درجے تک پہنچ سکتی ہے، اور مرسل و منقطع روایات بھی جمہور کے نزدیک حجت ہیں۔ ان کی یہ تحقیق فن حدیث کے اصولی مباحث میں ایک جلیل و نفیس اضافہ ہے۔

اور تاریخ کی پرتیں کھنگالنے والوں کے لیے یہ منظر نہایت قابلِ توجہ ہے کہ حضرت مفتی ارشاد حسین رامپوری نے امام احمد رضا بریلوی کے جلیل القدر رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین پر ایک تقریظ رقم کی جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ یہ دونوں اکابر علمی و فکری موافقت اور باہمی احترام کے رشتے میں دیرینہ رفیق سفر تھے۔ سر دست مذکورہ رسالے میں فن حدیث کے ایسے دقیق اور نکتہ سنج شہ پارے ہیں کہ ہر سطر میں اصولی بصیرت اور محدثانہ مہارت جھلکتی ہے۔

جس کے بالاستیعاب مطالعہ سے مصنف کے فن حدیث میں گہری درک اور باریک بینی سامنے آتی ہے اور اس کے مقابلے میں غیر مقلدین اہلِ حدیث کے اعتراضات اور ان کی حدیث دانی کا بچکانا پن بالکل عیاں ہو جاتا ہے۔ ایک طرف اصولِ حدیث کی یہ باریکیاں، سند و متن کی تحقیق، اور فقہی تطبیق کا جلال؛ دوسری طرف (غیر مقلدین اہل حدیث کے) سطحی دلائل اور کمزور استدلالات۔

یہی وہ علو و امتیاز ہے جس نے اہلِ سنت و جماعت کے موقف کو نہ صرف مضبوط کیا بلکہ غیر مقلدین کے دعووں کو ہمیشہ کے لیے بے وزن کر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام احمد رضا اور مفتی ارشاد حسین جیسے اکابر کی علمی میراث آج بھی فنِ حدیث کے طلبہ کے لیے روشنی کا مینار ہے۔

تقریظِ ارشادی بر جامع الشواہد

محدث سورتی علامہ وصی احمد علیہ الرحمہ کے مشہور فتوے ''جامع الشواہد'' پر بھی حضرت مفتی ارشاد حسین رامپوری علیہ الرحمہ کی جلیل القدر تقریظ موجود ہے۔ یاد رہے حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی بانی ''مدرسۃ الحدیث'' پیلی بھیت (متوفی: ۱۳۳۴ھ) بَرِصغیر کے ان علما میں سے ایک تھے جنہوں نے جَہالت کی تاریکیوں میں علم کے بے شُمار چراغ روشن کیے۔ آپ کو کئی علوم و فنون بالخصوص علمِ حدیث میں دَسترس حاصل تھی، بے شمار اَحادیث مع اَسناد یاد تھیں۔ آپ نے چالیس سال تک حَدیث شریف کا دَرس دیا جس میں نہ صرف طلبہ بلکہ دُور دُور سے علما بھی حاضر ہوتے تھے۔ علمِ حَدیث کی تَرویج و اشاعت کے لیے آپ نے ''مَدرسۃ الحدیث'' کے نام سے ایک مَدرسہ قائم کیا، جس کی بُنیاد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، بَدایوں اور مصطفیٰ آباد (رامپور) کے بڑے بڑے علما کی موجودگی میں رکھی گئی۔ اس موقع پر اعلیٰ حضرت نے فن حَدیث پر تین گھنٹے بیان فرمایا، محدّث سُورتی ایک عظیم مُحدّث ہونے کے ساتھ ساتھ با کمال فقیہ اور مفتی بھی تھے۔ آپ نے ۱۲۸۵ھ میں فَتویٰ نَویسی کا آغاز فرمایا اور آخری عمر تک (تقریباً ۴۹ برس) یہ فَریضہ اَنجام دیا ہے۔ آپ نے علومِ نَقلیّہ وعَقلیّہ پر کئی تَصانیف اور تفسیر و بقیہ ص ۹ ر پر

از: مولانا محمد جسیم اکرم مرکزی*

بارگاہ شیخ بریلوی میں ایک یادگار حاضری

نمونۂ اسلاف، منظور نظر حضور مفتی اعظم ہند، اعلم علماء بلد، مستجاب الدعوات، فقیہ فقید المثال، عابد شب زندہ دار، نکتہ رس، نکتہ دان، مرجع العلماء، والفقہاء، نبض شناس، منبع زہد، و ورع، عظیم المرتبت، استاذی الکریم، حضرت علامہ، فہامہ، مفتی شیخ محمد صالح رضوی محدث بریلوی حفظہ اللہ القوی کی ذات بڑی بافیض ذات ہے، اس بارگاہ میں ایک پل بیٹھنے سے خشیت الٰہی سے بدن لرزہ براندام ہوجاتا ہے، دل یاد الٰہی میں غرقاب ہوجاتا ہے بلکہ دل کے دھڑکنے سے عالم عناصر اربعہ میں ایک بجلی کڑکتی ہے جس سے یہ آواز نکلتی ہے ؎

خودی کا سرِ نہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ
خودی ہے تیغ، فَساں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

یہ نغمہ فصلِ گُل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں، لَا اِلٰہَ اِلَّا ال لہ

شرف ملاقات

جامعۃ الرضا کی علمی فضا میں پھولنے پھلنے والے جناب محمد جاوید مرکزی، جناب محمد جعفر حسین صدیقی مرکزی محدث بریلوی حضور شیخ صالح صاحب قبلہ اطال اللہ عمرہ کی بارگاہ میں حاضری دینے کی خواہش کا اظہار کیا، فقیر نے کہا ٹھیک ہے چلتے ہیں، بزرگوں کی بارگاہوں میں حاضری طریقۂ اسلاف بھی ہے اور ہماری سعادت مندی بھی۔ مؤرخہ ۲۷ رجب المرجب شریف ۱۴۴۷ھ بمطابق ۱۶ جنوری ۲۰۲۶ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب شیخ بریلوی کے کاشانۂ اقدس کے دروازے پر حاضر ہوئے دستک دی تو آپ کے صاحبزادے نے آکر خبر دی کہ ابھی شیخ صاحب قبلہ اوراد و وظائف میں مصروف ہیں شاید کہ یہ آواز شیخ کی سماعت سے ٹکرا گئی کہ چند لمحے ہی ابھی ہوئے تھے کہ شیخ بریلوی خود باہر تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

خیریت دریافت کرنے کے بعد جامعہ سے متعلق چند گفتگو ہوئی کہ جاوید مرکزی صاحب نے دلائل الخیرات شریف کی اجازت کے بابت اشارہ کیا، میں نے بارگاہ شیخ میں عرض کیا: حضور یہ دونوں حضرات دلائل الخیرات شریف کی اجازت کے متمنی ہیں۔

اجازت اور قیمتی نصیحت

حضور شیخ بریلوی نے ہم تینوں کو اور جو ہمارے ہمدرس ہیں غائبانہ ان کو بھی دلائل الخیرات شریف پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا:

"جب شروع کر دیں تو ناغہ نہیں ہونا چاہیے، زمانۂ تعلّم میں زیادہ اوراد و وظائف نہ کریں، زمانۂ تعلم میں زیادہ مطالعہ کرنا، کتابیں یاد کرنا یہی سب سے بڑی عبادت ہے، زمانۂ تعلم میں یہ سب نہیں ہونا چاہیے بس اجازت دے دی۔"

حضور شیخ بریلوی کی ان ناصحانہ کلمات سے ان حضرات کو سبق لینا چاہیے جو اوراد و وظائف کے نام پر کئی کئی گھنٹیاں غیر حاضر رہ جاتے ہیں، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک طالب علم کی بڑی عبادت مطالعہ کرنا اور کتابیں پڑھنا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک گھڑی علم حاصل کرنا پوری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔" [مسند الفردوس رقم الحدیث ۳۹۱۷]

ایک حدیث میں ہے: خیر الجلیس الکتاب۔ بہترین ہمنشین کتاب ہے۔ یہاں پر ایک بات اور عرض کرنا چاہوں گا کہ زمانۂ تعلم میں علما اوراد و وظائف سے بھی منع کرتے ہیں تاکہ تعلیم زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکیں تو وہ حضرات جو زمانۂ تعلم میں خود کو موبائل میں مصروف رکھتے ہیں، گیمز وغیرہ کھیلتے ہیں، ان

* مضمون نگار جامعۃ الرضا کے فاضل اور جامعہ ازہر مصر میں زیر تعلیم ہیں۔

کو سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کے ساتھ کیسا کھلواڑ کر رہے ہیں؟اوران کا مستقبل کتنا روشن ہوسکتا ہے؟

حکایت: ایک طالب علم کے بارے میں یہ شکایت پہنچی کہ وہ موبائل میں گیمز کھیلتا رہتا ہے پڑھتا نہیں ہے، راقم الحروف کے ایک قریبی دوست نے اس طالب علم کو تقریباً ایک گھنٹا بٹھا کر سمجھایا اور کہا کہ آئندہ مت کھیلنا ورنہ تمہارے والد صاحب کو کہ دوں گا، اس نے کہا ٹھیک ہے نہیں کھیلوں گا ،اسی دن شام کو جب اس طالب علم کے کمرے کی طرف سے گزرنا ہوا تو دیکھا کہ وہی طالب علم اب ایک موبائل نہیں بلکہ دو دو موبائل لے کر گیم کھیل رہا ہے ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک ـــــ بے اثر

تعلیقات بر دلائل الخیرات

حضور شیخ بریلوی حفظہ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ آج کل بازار میں دلائل الخیرات شریف کے جو نسخے دستیاب ہیں، سب ایک سے ہیں ایک نے کتابت میں یا کسی اور طرح سے غلطی کر دی تو سب اسی کی اشاعت کر رہے ہیں پھر کچھ غلطی نمونے کے طور پر کتاب سے دکھائی (جنھیں ہم آگے ذکر کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ) اور فرمایا:

"میں نے کچھ نمونہ دکھایا، جو جو غلطی نظر آئے اصلاح کر لیں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ------- قرآن عظیم کی تلاوت کی طرح تلاوت نہیں ہے، اس کو لکھا انھوں نے ہے، اب ہمیں اس کو اپنا کلام مان کے پڑھنا ہے نا! انشاء ہماری طرف سے ہے، ہم دعا مانگ رہے ہیں تو ہمیں اس میں ساری کتاب کی اور کوئی خطا کتابت والی یا کچھ اور نظر آ رہی ہے، ہم اصلاح کر لیں بلا شبہ وہ درست ہے۔ اپنے دل میں ہمارے لیے جو انشاء کا طریقہ ہونا چاہیے اس طریقے سے کریں گے، انشاء ہے نا! یا تلاوت کر رہے ہیں، قرآن شریف کی طرح؟ تلاوت نہیں کر رہے ہیں۔ بزرگوں کے کلام میں بے وجہ من گھڑت کوئی الزام نہیں لگانا چاہیے یہ بھی ہے، برکت اسی میں ہے جو ان کا کلام ہے لیکن صحیح میں ہے، خطا میں تھوڑی ہے خطا میں تاویل یہی کی جائے گی انھوں نے اپنی سمجھ سے لکھا ہے ہمارے طور پہ یہ ہونا چاہیے۔"

مقام اوّل: الحزب الثالث فی یوم الاربعاء! یعنی بدھ کے حزب میں ہے:"اللھم صلی وسلم وبارك علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد اکرم الکرماء من عبادك" [دلائل الخیرات شریف مکتبۃ الصفا مصر ص: ۷۰۔ ہندی ایڈیشن جو عام طور پر دستیاب ہیں ص: ۲۸۲]

الحزب الرابع فی یوم الخمیس! یعنی جمعرات کے حزب میں ہے:"اللھم اجعله اکرم الاکرمین عندك منزلا۔"

[دلائل الخیرات مصری ایڈیشن مکتبہ الصفا ص: ۸۵۔ ہندی ایڈیشن ص: ۳۰۸]

قارئین ان دونوں اقتباس میں ملاحظہ فرمائیں کہ ایک میں ہے"اکرم الکرماء" اور دوسرے میں ہے"اکرم الاکرمین" اب ان دونوں پر شیخ بریلوی کی تعلیق دیکھیں: تعلیق بر اکرم الکرماء! یہ اطلاق صحیح ہے، آگے صفحہ ۳۸ [مصری ص ۸۵] (منزل پنجشنبہ) میں جو اکرم الاکرمین چھپا ہوا ہے، وہ غلط ہے کیونکہ اکرم الاکرمین صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ حضور کے لیے اس صیغہ کا اطلاق ممنوع ہے۔ محمد صالح غفرلہ

تعلیق بر اکرم الاکرمین! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو "اکرم الاکرمین" کہنے کی اجازت نہیں۔ [فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص: ۱۹۰] محمد صالح

[الکرماء] جیسا کہ اس کتاب میں پیچھے ص ۲۸۲ [مصری ص ۷۰] پر گزرا سطرہ۔ محمد صالح

یعنی"الاکرمین" کی جگہ"الکرماء" پڑھا جائے اور اس کی تائید اسی کتاب کے حزب یوم الاربعاء سے ہوتی ہے۔

نیز فرماتے ہیں: کھینچ تان کر کے کوئی اسے بھی صحیح کرے گا، کھینچ تان نہیں کرنا چاہیے اکرم الکرماء پڑھنا چاہیے۔ فتاویٰ رضویہ شریف کی عبارت یہ ہے: حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلہٖ وَسَلَّم کو"اکرم الاکرمین" کہنے کے اجازت نہیں، یہ نام پاک عرف میں رب العزت کے لئے ہے، حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلہٖ وَسَلَّم اکرم الاوّلین والآخرین ہیں۔[حوالۂ سابق]

یہ ایسے ہی ہے جیسے "عزوجل" کا اطلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں کرنا چاہیے، یہ خاص ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ،حالانکہ حضور عزت مآب اور جلیل القدر بھی ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ [المنافقون ۸] بس اطلاق ممنوع ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم الاکرمین بھی ہیں اور عزوجل بھی۔

مقام دوم: اکثر نسخوں میں یہاں تک کہ بعض مصری نسخوں میں بھی ہے: لما يجب لنبينا صلی الله عليه وسلم فی اداء حقه قبلنا اذ آمنا به و صدقناه. [ہندی ص ۳۰۶ مصری ص ۸۴] اس میں جو لفظ "قبلنا" ہے وہ "قبلنا" نہیں "علينا" ہے ورنہ معنی صحیح نہ ہوگا، لہٰذا اسے یوں پڑھا جائے: لما يجب لنبينا صلی الله عليه وسلم فی اداء حقه علينا اذ آمنا به و صدقناه.

مقام سوم: "هذه الصلاة تعظيما لحقك يا سيدنا محمد" [ہندی نسخہ ص ۳۰۰] اس پر شیخ بریلوی کی تعلیق ہے: یا رسول اللہ! فقیر نے مکتبۃ الصفا سے چھپا ہوا مصری نسخہ میں دیکھا: "هذه الصلاة تعظيما لحقك يا محمد" ایسے ہی ایک جگہ ہے: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِحَبِيبِكَ الْمُصْطَفٰى عِنْدَكَ، يَا حبيبنا يا محمد۔ [مصری نسخہ صفحہ ۱۱۱] ہندی نسخہ میں یا کے بعد "سیدنا" کا اضافہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی نے لفظ "محمد" سے پہلے "سیدنا" کا اضافہ کیا تا کہ "یا سیدنا محمد" کہنے میں کوئی قباحت نہ ہو لیکن فقیر نے حضور شیخ بریلوی سے عرض کیا کہ حضور اس میں "یا سیدنا محمد" لفظ تعظیم کے ساتھ ہے تو بولنا جائز ہونا چاہیے جیسا کہ بعض بزرگوں نے ایسا فرمایا ہے، تو آپ نے فرمایا:

"یہ مناظرانہ جواب ہے اور لفظ محمد کوئی کہہ رہا ہے کہ یا محمد تو وہاں وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں حضور کے نام ذاتی نہیں مراد لے رہا ہوں، یہاں میں حضور کے نام صفتی کا ذکر کر رہا ہوں، محمد تعریف کیے ہوئے یہ چلے گا؟ یہ اگلے آدمی کو مطمئن کرنے کے لیے ہے، ارے بھائی سیدھی سیدھی بات ہے اور اعلیٰ حضرت سے زیادہ کون محبت والا ہوگا؟ ہمیں تو ان کی رہنمائی چاہیے بس" اس کے بعد پھر فقیر نے عرض کیا کہ حضور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر "سیدنا" کے ساتھ ہو جیسے "یا سیدنا محمد" تو جائز ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ہاں تو وہ اپنی جگہ ہے مگر ہمیں اپنے امام کی پیروی چاہیے۔ فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے: ایک بات یہ یاد رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک لے کر جدا نہ چاہیے بلکہ اس کی جگہ یا رسول اللہ ہو۔" [فتاویٰ رضویہ شریف قدیم، جلد ۶ ص: ۷۳]

مقام چہارم: ثم تدعو بهذا الدعاء فإنّه مرجو الإجابة إن شاءَ اللهُ بَعْد الصلاة على النبى ﷺ۔ [ہندی نسخہ ص ۲۴۳ مصری نسخہ ص ۴۷] یہ اقتباس ہندی اور مصری دونوں نسخوں میں دعا اور درود کے درمیان اس طرح لکھا ہے جو غیر عربی دان ہیں وہ یا تو دعا میں یا درود میں ملا کر پڑھیں گے، حالانکہ یہ پڑھنے کے لیے نہیں بلکہ ایک ہدایت ہے کہ درود شریف کے بعد درج ذیل دعا کے ذریعے دعا مانگنے سے دعا ان شاء اللہ تعالیٰ بارگاہ ایزدی میں قبول ہوگی۔

مقام پنجم: وارفع فی اهل عليين درجته۔ [ہندی نسخہ ص ۲۹۶ مصری نسخہ ص ۷۸] یہ "اهل علّیین" نہیں بلکہ "اعلیٰ علّیین" ہے۔

مقام ششم: پنجشنبہ کے اخیر جز میں ہے: وَأَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ بِالْأَسْمَاءِ الْعِظَامِ الَّتِي سَمَّيْتَ بِهَا نَفْسَكَ، مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ. یہاں پر حزب بند ہو گیا اور "مالم اعلم" پر حزب ختم ہو گیا یہ ادھورا جملہ ہے "أَسْأَلُكَ" کا مسئول کہاں ہے؟ نہیں ہے نا! تو اس لیے یا تو پڑھنے والا "الزیتون" پر ختم کر دے اور بعینہٖ وہی جملہ آگے آ رہا ہے جمعہ کے حزب میں تو جمعہ کے دن جمعہ کے حزب سے شروع کرے، اس لیے کہ اس کا مسئول جمعہ والے حزب میں آگے مذکور ہے: ان تصلی علی محمد نبيك عدد ما خلقته.........! اور اگر اسے جمعرات والے حزب میں ہی پڑھنا چاہے تو آگے اس کا مسئول بڑھا دے جیسے: وَأَسْأَلُكَ اللّٰهُمَّ بِالْأَسْمَاءِ الْعِظَامِ الَّتِي سَمَّيْتَ بِهَا نَفْسَكَ، مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ. ان تصلی و تسلم

اسلاف و اخلاف

و تُبارك على عبدك الحبيب سيدنا محمد و على آله الكرام و على اصحابه العظام و جميع اهل بيته المكرمين۔

مقام ہفتم: اللّٰهُمَّ آمِينَ، يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ. قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ قَرَأَ هَذِهِ الصَّلَاةَ مَرَّةً وَاحِدَةً.................وَفِي رِوَايَةٍ۔ [ہندی نسخہ ۳۳۵–۳۳۶ مصری نسخہ ۹۰–۹۹] یہ مکمل اقتباس ہندی نسخوں میں تقریباً دو صفحوں پر اور مصری نسخہ میں ایک صفحہ پر مشتمل ہے، اسے وظیفے میں پڑھنا نہیں ہے لیکن لکھا اس طرح گیا ہے کہ پڑھنے والا اسے بھی پڑھتے ہوئے چلے جائے خاص کر عجمی عوام۔

مقام ہشتم: دعاك بها سيدنا اسمعيل عليه السلام۔ [شنبہ کا حزب ہندی نسخہ ص ۳۶۶ مصری نسخہ ص ۱۱۲] اس اقتباس کے بعد حضور شیخ بریلوی کا نوٹ ملاحظہ فرمائیں:

نوٹ: حضرت لوط علیہ السلام کا اسم گرامی پوری کتاب دلائل الخیرات میں کہیں نہیں آیا ہے۔ تو پڑھنے والے کو خود کسی نہ کسی جگہ پڑھ لینا چاہیے، مثلاً یہیں کہ لے: دعاك بها سيدنا لوط عليه السلام۔

مقام نہم: الحزب السابع فی یوم الاحد! یعنی اتوار کے دن کا حزب شروع ہوتا "و ان تصلی" سے تو اس جگہ واو کو حذف کر کے یوں پڑھیں گے: اللهم انى اسئلك ان تصلى..........الخ۔

مقام دہم: حضور شیخ بریلوی حفظہ اللہ القوی کو پہلی مرتبہ ۲۰۰۷ء میں اور دوسری مرتبہ ۲۰۱۴ء میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سعادت سے اللہ تعالیٰ نے مسعود فرمایا۔ [ذکری للذاکرین، جلد اوّل، ص ۵۶] اسی لیے دلائل الخیرات شریف کے اخیر میں جو دعا مرقوم ہے اس کا ایک اقتباس: "و يسر علينا زيارة حرمك و حرمه من قبل ان تميتنا" میں آپ نے "اعادة" کا اضافہ فرمایا، یعنی اسے اس طرح پڑھتے: "و يسر علينا اعادة زيارة حرمك و حرمه من قبل ان تميتنا" معلوم ہوا جو حضرات حرمین شریفین کی زیارت سے شرف یاب ہیں انھیں چاہیے کہ وہ "اعادة" کا اضافہ فرمائیں یہ بہتر ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری لفظی اور علامات الترقیم کی خطاؤں کی حضور شیخ بریلوی نے نشان دہی فرمائی ہے جنھیں طوالت کے خوف سے چھوڑ رہا ہوں، کیونکہ وہ چیزیں ادنی توجہ سے بھی انسان سمجھ سکتا ہے لیکن عوام کے لیے بہر حال ان خطاؤں کے سمجھنے میں بھی مشقت ہے، اس لیے انھیں چاہیے کہ وہ ہندوستان میں جو نسخے عام طور پر دستیاب ہیں انھیں چھوڑ کر بیروت کا کوئی نسخہ پرنٹ کر کے اپنے پاس رکھ لیں اور اوپر جن غلطیوں کی طرف نشاندہی کی گئی ہیں انھیں صحیح کر لیں پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی دقت نہیں ہوگی، اللہ جل جلالہ استاذنا المکرم حضور شیخ بریلوی کی عمر شریف میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے اور ان کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے نیز ہمیں دلائل الخیرات شریف صحیح طریقے سے پڑھنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

□□□

ص ۵۳ / کا بقیہ..............................

ٹھوکر لگا کے بولے کہ اُٹھ میرے حکم سے
مُردے کو اِس طرح سے جِلاتے ہیں غوث پاک

کھاتے ہیں مُرغ اور اُنہی ہڈیوں سے پھر
دست کرم سے مرغ بناتے ہیں غوث پاک

تائب ہوئے لٹیرے سب اپنے گناہ سے
رنگ صداقت ایسا دکھاتے ہیں غوث پاک

دعوت تھی ایک وقت میں ستّر مقام پر
اک ساتھ ہر مکان پہ جاتے ہیں غوث پاک

روشن ہے اُن کی یاد سے جِس دل کی انجمن
اُس کو ہر اِک بلا سے بچاتے ہیں غوث پاک

آیا جو اُن کے در پہ، وہ خالی نہیں گیا
ابدال، چور کو بھی بناتے ہیں غوث پاک

جو بھی پکارتا ہے اُنھیں صدقِ دل کے ساتھ
اُس کی مدد کے واسطے آتے ہیں غوث پاک

پھنستی ہے بحرِ غم میں جہاں زندگی کی ناؤ
اُس کو فریدی پار لگاتے ہیں غوث پاک

اسلاف و اخلاف

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

چھیالیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

ماں باپ پر اولاد کے حقوق کا بیان

حدیث شریف: فقیہ ابواللیث (یعنی حضرت مصنف) علیہ الرحمہ باسناد تام، بطریق عیسیٰ ابن طلحہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من حق الولد علی الوالد ثلاثۃ اشیاء۔ یعنی اولاد کا حق باپ پر ایک یہ ہے کہ جب پیدا ہو تو اس کا اچھا نام تجویز کرے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ بچہ جب سمجھ پکڑ لے تو اسے قرآن کی تعلیم دے اور تیسرا یہ ہے کہ جب شادی کے لائق ہو جائے تو اسکی شادی کر دے۔"

ایک باپ کو فاروق اعظم کی پھٹکار

روایت: مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک آدمی اپنے بیٹے کو ہمراہ لیے ہوئے حاضر آیا کہا میرا یہ بیٹا میرے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے (نافرمان و بے ادب ہے) امیر المؤمنین نے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا ارے تو، عقوق والد کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ اولاد پر والد کا یہ حق ہے اور یہ حق ہے۔ لڑکے نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا بیٹے کا باپ پر کوئی حق نہیں ہے؟ فرمایا: ہاں ہے اس کا ایک حق باپ پر یہ ہے کہ نجیب (یعنی شریف و دیندار گھرانے کی) عورت سے اپنی شادی کرے تا کہ اولاد کے لئے موجب عار نہ ہو اور فرمایا: اس کا ایک حق یہ ہے کہ اچھا نام رکھے اور کتاب اللہ کی تعلیم دے۔

اس پر لڑکے نے عرض کیا: تو (حضرت! سُنیے!) واللہ انہوں نے میری ماں، نجیب انتخاب نہیں کی۔ وہ ایک سندیہ باندی ہے جسے یہ چار سو درہم میں خرید لائے تھے۔ (اسی عجمیہ باندی کے پیٹ سے میں ہوں) اور نہ میرا اچھا نام رکھا ہے، میرا نام رکھا ہے: جُعل (جھگڑالو، نر چمگادڑ) اور نہ انہوں نے مجھے کتاب اللہ کی ایک آیت سکھائی ہے۔ تو اب حضرت عمر باپ کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا: تو کہتا ہے "میرا بیٹا میرے حقوق کا استخفاف کرتا ہے" ارے تو تو اس کے حقوق کا استخفاف اس سے پہلے کر چکا ہے۔ تو اُٹھ جا میرے پاس سے (یعنی اپنا کیا بھگت، اب تیرے کئے کا کسی کے پاس کیا علاج؟)

اولاد کو علم و ادب نہ سکھانے کا صلہ

ایک سبق آموز حکایت: (فقیہ یعنی مصنف علیہ الرحمہ کہتے ہیں) میں نے اپنے والد صاحب کو حضرت ابوحفص یسکندی سے کہ علمائے سمرقند سے تھے حکایت کرتے سنا۔ کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور شکایۃً کہنے لگا: مجھے میرے لڑکے نے مارا پیٹا، دُکھ پہنچایا ہے۔ ابوحفص نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا لڑکا، باپ کو مارتا ہے؟ اس نے کہا ہاں جی! میرے بیٹے نے مجھے زدو کوب کیا ہے۔ حضرت نے اس سے کہا کیا تو نے اسے ادب و علم سکھایا ہے؟ کہا: نہیں۔ پوچھا اسے تو نے قرآن کی تعلیم دی؟ بولا نہیں۔ پوچھا، وہ کیا عمل کرتا ہے؟ یعنی اس کا پیشہ کیا ہے؟ بتایا: کھیتی باڑی کرتا ہے۔ فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ اس نے تجھے کیوں مارا ہے؟ بولا: نہیں۔ فرمایا شاید وجہ یہ ہے کہ وہ جس وقت صبح کو اٹھ کر کھیت کی طرف، اپنے گدھے پر سوار ہو کر جاتا ہوگا اس حال میں کہ بیل اس کے آگے ہیں اور کتا پیچھے ہے اور قرآن پڑھنا جانتا نہیں تو (قرآن کی جگہ) غیر قرآن سے تغنّی کرتے (گنگناتے) ہوئے جاتا ہوگا، اسی حالت و کیفیت میں تو اسکے سامنے پڑ گیا ہوگا تو اس نے تجھے بیل سمجھ کر ڈنڈا مار دیا ہوگا۔

ارے! اتنے پر تو اللہ کا شکر ادا کر (خیر منا) کہ تیرا سر نہیں پھوڑ دیا (ورنہ تیرا جرم تو اس سے بھی زیادہ کا متقاضی ہے ابھی تجھے پوری سزا نہیں ملی، آئندہ اس سے بھی زیادہ کی نوبت آسکتی ہے)

جیسی کرنی ویسی بھرنی

ایک اور عبرتناک واقعہ: مروی ہے کہ حضرت ثابت بُنانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: منقول ہے کہ ایک آدمی اپنے باپ کو ایک جگہ مار رہا تھا، اس سے کہا گیا یہ کیا کرتا ہے؟ باپ نے (ٹوکنے والوں سے) کہا اسے کرنے دو جو کر رہا ہے اس سے تعرض مت کرو۔ کیونکہ بات یہ ہے، اسی جگہ میں اپنے باپ کو مارا کرتا تھا تو اپنے کئے میں مبتلا ہوں۔ میرا بیٹا اب اسی جگہ مجھے زدوکوب کر رہا ہے۔ تو اس پر ملامت نہیں (بلکہ مستحق ملامت تو پہلے میں ہوں)

تین باتوں کے ترک کا انجام بُرا

حکمت: بعض حکماء (یعنی کسی عالم وعارف باللہ) کا قول منقول ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی نافرمانی کرے گا، اسے اپنی اولاد سے مسرت نہیں ملے گی اور جس نے (اہم) امور میں مشورہ نہیں لیا وہ اپنی حاجت کے حصول تک نہیں پہنچ سکے گا اور جس نے اپنے اہل (بیوی، یا اہل خانہ) سے مدارات نہیں کی زندگی کی لذت سے محروم رہے گا۔

اعانتِ اولاد مطلوب شرع

حدیث شریف: حضرت امام شعبی علیہ الرحمہ حدیث لائے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رحم اللّٰہ والداً اعان ولدہ علی برّہٖ۔ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ ایسے والد (یا والدہ) پر رحم فرمائے جو اپنے حقوق کی ادائیگی پر اولاد کی اعانت کرے۔ یعنی اولاد کو ایسے کام کا حکم نہ دے جس کے متعلق اس سے نافرمانی کا اندیشہ ہو۔

ایک دور اندیش باپ کی عجیب وغریب شفقت

حکایت: مروی ہے کہ بعض صالحین کا طریقہ تھا کہ وہ (عموماً) اپنے بیٹے کو کام کا حکم نہیں دیتے بلکہ جب کوئی ضرورت در پیش ہوتی تو اور کسی سے کرا لیتے۔ اس بابت ان سے سوال ہوا (کہ کیا آپ لڑکے سے ناراض ہیں جو دوسروں سے کام کراتے اور لڑکے سے نہیں کراتے؟) فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں بیٹے کو حکم دوں اور وہ کہیں نافرمانی کر بیٹھے تو مستوجب نار ہو جائے گا اور میں اسے آگ میں جلوانا نہیں چاہتا (اس دور اندیشی سے ایسا کرتا ہوں ناراضی سے نہیں) اور اسی طرح کا رویہ حضرت خلف ابن ایوب علیہ الرحمہ سے بھی منقول ہے۔

پوری مروت (خوش اخلاقی، بلند ہمتی) کیا ہے

حکمت: (سیدی) حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ پوری مروت یہ ہے کہ: اولاً آدمی اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے (یعنی جملہ جائز امور میں ان کی خوشنودی ملحوظ رکھے) اور... ثانیاً صلہ رحمی کرے۔ اور... ثالثاً اپنے بھائیوں (نسبی خواہ دینی) کا دل سے اکرام کرے۔ رابعاً اہل خانہ، بیوی بچوں خادموں نوکروں وغیرہ کے ساتھ اپنا خلق اچھا رکھے اور... خامساً زبان کی حفاظت کرے۔ اور سادسًا گھر میں چپک رہے۔ (۱)

چار باتیں آدمی کی سعادت سے ہیں

حدیث شریف: روایت آئی ہے کہ حضور پرنور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اربع من سعادۃ المرء، ان تکون زوجتہ صالحۃً، واولادہ ابرارا وخلطاؤہ صالحین وان یکون رزقہ فی بلدہ۔ (ترجمہ) چار باتیں آدمی کی خوش نصیبی سے ہیں: (۱) بیوی کا نیک ہونا (یعنی لائق و سلیقہ منداور نیک خصال ہونا) (۲) اور اولاد کا فرمانبردار ہونا۔ (۳) اور اس کے شرکائے کار کا (یا سنگت، صحبت والوں کا) نیک ہونا۔ (۴) اور اس کے ذریعۂ معاش کا وطن میں ہونا۔ (یعنی اپنی بستی میں)

سات اعمال کا ثواب بعد موت بھی بدستور جاری ساری

حضرت یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں، فرمایا: سات چیزیں ایسی ہیں

[۱] یعنی خواہ مخواہ کا ملنا جلنا گھومنا پھرنا ترک کرے۔ اہل فضول کے ساتھ نہ بیٹھے اٹھے۔ بلکہ زیادہ تر گھر میں وقت گزارے اور اپنے کام سے کام رکھے۔ مگر گھر میں بھی فضول یا مضر کاموں سے مجتنب رہے آخرت کا نفع وضرر بہرحال ملحوظ رکھے، ۱۲ــ مترجم غفرلہ۔

کہ ان کا اجر بعد موت بھی بندہ کو برابر ملتا رہے گا: (۱) جس نے مسجد (باقتضائے حکمِ شرع) بنوائی اسکے لئے اِس عمل کا ثواب اُس وقت تک ملتا رہے گا جب تک کوئی نمازی اس میں نماز ادا کرے گا۔ (۲) جس نے (رِفاہ عام کے لئے) نہر کھودی تو جب تک اس میں پانی جاری رہے گا اور لوگ اس کا پانی برتیں گے اس وقت تک اس کے لئے ثواب جاری رہے گا۔ (۳) اور جس نے مُصحف (یعنی قرآن شریف) کی (بخلوص نیت، لوجہ اللہ) خوب اچھی طرح کتابت (وطباعت) کی اس کو اس کام میں اس وقت تک ثواب ملتا رہے گا جب تک اس میں کوئی تلاوت کرے گا۔ (۴) اور جس نے کوئی چشمہ کھوج نکالا جس کے پانی سے مخلوق منتفع ہوتی ہے اسکے لئے اجر ہے جب تک وہ باقی رہے گا۔ (۵) اور جس نے کوئی پیڑ پودہ لگایا اس کے لئے اس کے پھل میں اجر ہے جب تک انسان یا پرندے (وغیرہ جانور) کھائیں گے۔ (۶) اور جس نے علم حاصل کیا (اور اس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا) وہ بھی پیڑ بونے والے کی طرح ہے۔ (۷) اور ایک وہ ہے (جو اپنی نیک و لائق) اولاد چھوڑ مرے۔ اولاد باپ کے لئے استغفار کرے اور دیگر نیک دعائیں اسکے لئے کیا کرے۔

(مصنف علیہ الرحمہ نے وضاحت کرتے ہوے کہا) یعنی جبکہ اولاد صالح ہو اور باپ نے بھی اسے قرآن پڑھایا اور علم سکھایا ہو تو جتنا ثواب بیٹے کو ملے گا اتنا والد کو بھی ملے گا بغیر اس کے کہ بیٹے کے ثواب میں سے کچھ گھٹا دیا جائے اور باپ نے اولاد کو قرآن کی تعلیم نہیں دی بلکہ فسق سکھایا تو اس کا گناہ باپ پر بھی ہوگا بغیر اس کے کہ اولاد کے گناہ سے کچھ کم کیا جائے۔

تین کاموں کا ثواب موت سے بند نہیں ہوتا

حدیث شریف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اذا مات العبد انقطع عمله الا من ثلث ،صدقة جارية وعلم ينتفع به اوولد صالح يدعو اله بخير۔ (ترجمہ) جب بندہ مرجاتا ہے تو سلسلۂ عمل بند ہوجاتا ہے۔ ہاں تین عمل ایسے ہیں کہ وہ ٹھپ نہیں ہوتے (ان پر ثواب کا حصول جاری رہتا ہے): (۱) صدقۂ جاریہ۔ (۲) نافع علم۔ (۳) لائق بیٹی یا بیٹا جو باپ یا ماں کے لئے دعائے خیر کیا کرے۔ [۱]

جنت سے نزدیکی، دوزخ سے دوری کا نسخہ

حدیث شریف: فقیہ ابو اللیث سمرقندی یعنی مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ باسناد تام، بطریق موسی ابن طلحہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: ایک اعرابی (سرراہ) حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے سامنے آپڑا اس نے ناقۂ مبارکہ کی مہار تھام لی۔ (یعنی سواری روک لی پھر) عرض کیا: یارسول اللہ! أَخْبِرْنِيْ مَايُقَرِّبُنِيْ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ۔ یعنی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت سے نزدیک کرے اور دوزخ سے دور رکھے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلَ الرَّحِمَ۔ (یعنی وہ عمل) یہ ہے کہ تو (ایک اکیلے) اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور یہ کہ تو نماز کی پابندی کرے اور زکوۃ ادا کرے اور رشتے کو جوڑے رہے۔ (رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، [۲] میل ملاپ قائم رکھے)

قاطع رحم کی موجودگی میں پوری مجلس نزول رحمت سے محروم

حدیث شریف: مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ حاکم ابوالحسن علی سروری کی تحدیث وسند نقل کرکے، بطریق سلمان ابن یزید، حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں، فرمایا: ہم لوگ (حجۃ الوداع کے موقعہ پر) عرفہ کی شام، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے تو حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یہاں بقیہ ص ۲۴ / پر

[۱] معلوم ہو کہ اسی قبیل سے ہے والدین کے لئے نیک کاموں کا ثواب ایصال کرنا۔ مثلاً کھانے پینے کی چیز یا کوئی برتنے کا سامان کپڑا لتا، روپیہ پیسہ وغیرہ ان کی طرف سے خیرات کرکے ثواب بخشنا یا تلاوت وغیرہ کا ثواب ایصال کرنا۔ ۱۲—مترجم غفرلہ۔

[۲] یعنی مخلصاً لوجہ اللہ عبادت کر اور حقیقی شرک سے بھی بچا رہ اور ریا کاری (دکھاوے) سے بھی احتراز کر کیونکہ دکھاوا، سناوا بھی ایک طرح کا شرک ہے، شریعت میں اسے شرک اصغر کہتے ہیں، ۱۲—مترجم غفرلہ۔

وصل کی اب بھیج دیں بادِ بہاری یارسول

از: مولانا اشرف رضا قادری، بریلی شریف

ہجر کی ہے رات اور اختر شماری یارسول
وصل کی اب بھیج دیں بادِ بہاری یارسول

علم وحکمت ،فکر وفن کی مجھ کو دولت ہو نصیب
علم وتہذیب وتمدن سے ہوں عاری یارسول

وصل وراحت کے حسیں لمحات اب کر دیں عطا
ہجر میں کب تک کروں میں اشک باری یارسول

قلب کی حسرت مٹے، اذنِ سفراب تو ملے
ہند میں کب تک کروں میں آہ وزاری یارسول

نورِ تقویٰ سے منور ہو ہماری زندگی
ہو عطا سجادی پرہیز گاری یارسول

جب تلک زندہ رہوں میں، نعت کی ہوتی رہے
میری کشتِ فکروفن پہ مُشک باری یارسول

رنج وآلام ومصائب سے ملے فوری نجات
ہے بہت مشہور تیری غم گساری یارسول

بقیہ ص ۳۱ / پر

عشقِ نبی کے جام پلاتے ہیں غوث پاک

از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

عشقِ نبی کے جام پلاتے ہیں غوث پاک
سویا ہوا نصیب جگاتے ہیں غوث پاک

رائی کے مثل، دیکھ کے سارے جہان کو
رب کی عطا سے غیب بتاتے ہیں غوث پاک

حاصل ہے مصطفیٰ کے خزانوں کا اختیار
سب پر نبی کا فیض لُٹاتے ہیں غوث پاک

ایسے کریم ہیں کہ جو قطرہ بھی مانگیے
دریا عنایتوں کا بہاتے ہیں غوث پاک

کیوں ہے منافقوں کو بھلا گیارہویں سے ضد
ہم کھا رہے ہیں اور کھلاتے ہیں غوث پاک

بخشا ہے رب نے جامۂ لاتحزنُوں اُنھیں
پیغام لاتخف کا سناتے ہیں غوث پاک

شانِ ولایت ایسی، کہ ڈوبی ہوئی برات
بارہ برس کے بعد، تراتے ہیں غوث پاک

بقیہ ص ۴۹ / پر

تاجدارِ ولایت ہیں غوث الوریٰ

از: علامہ سید اولادرسول قدسی، کیلی فورنیا، امریکہ

تاجدارِ ولایت ہیں غوث الوریٰ
شہر یارِ کرامت ہیں غوث الوریٰ

مرکزِ خرقِ عادت ہیں غوث الوریٰ
دافع کربِ خلقت ہیں غوث الوریٰ

سارے ولیوں کی گردن پہ ان کا قدم
افتخارِ فضیلت ہیں غوث الوریٰ

ہر سو آواز یکساں پہنچتی رہی
روحِ وعظ ونصیحت ہیں غوث الوریٰ

اذن سے ان کے آتا ہے ہر ایک ماہ
روز وشب کی ضمانت ہیں غوث الوریٰ

بقیہ ص ۳۸ / پر

نام غوث اعظم کا بگڑیاں بناتا ہے

از: سید خادم رسول عینی، بھدرک، اڑیسہ

محفل شہ جیلاں جو بشر سجاتا ہے
اس کے گھر ثوابوں کا طور چل کے آتا ہے

اس لئے زباں پر ہے، المدد شہ جیلاں
نام غوث اعظم کا بگڑیاں بناتا ہے

زندگی میں راحت کے خوشنما مناظر ہیں
باغ دل میں ذکر ان کا خوشبوئیں بساتا ہے

نعرۂ شہ جیلاں دیتا ہے سکوں پرنور
یوں دیا امیدوں کا قلب میں جلاتا ہے

نام غوث اعظم پر، ایک کیوں نہ ہو جائیں
گل نسبت آقا، دوستی بڑھاتا ہے

بقیہ ص ۲۶ / پر

منظومات

برکاتِ تراجم! ایک تجزیاتی مطالعہ

از: مولانا توفیق احسن برکاتی
جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

فتویٰ نویسی کا شغل انتہائی حزم و احتیاط اور دیانت داری کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا علمی و دینی کام ہے جہاں اصولِ شرع، آئین بحث اور بلاغت آشنا زبان کی پابندی لازم ہوتی ہے۔ "رسم المفتی" کی نصابی ضرورت اسی لیے مسلم الثبوت ہے۔ ایک مفتی اگر کتبِ فقہ کی درجہ بندی اور طبقاتِ فقہا سے آگاہ نہ ہو تو وہ افتا کا اہل نہیں قرار دیا جاسکتا، جیسا کہ امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں متعدد مقامات پر اصول فتویٰ نویسی کی شرطوں کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ جواں فکر اور بیدار مغز قلم کار مفتی مشتاق احمد امجدی زید مجدہ کی تصنیف "برکاتِ تراجم" مشق افتا کی اسی نصابی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ مصنف تقریباً گیارہ برسوں سے "امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک مہاراشٹر" میں فتویٰ نویسی اور تحقیق فی الفقہ کی تدریس پر مامور ہیں اور پوری تن دہی اور کمال ذمہ داری کے ساتھ طالبان علوم فقہ کو مشق افتا کی تربیت دے رہے ہیں۔ کئی علمی و تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کے قلم سے ہزاروں فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں عمر کی فقط چار دہائیاں گزری ہیں اور ان کا علمی شعور کافی بالیدہ ہو چکا ہے اور فکری قد بڑا اونچا۔ ذٰلك فضل الله یو تیه من یشاء.

"فتاویٰ رضویہ" امام اہل سنت کا فقہی شاہکار اور فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا ہے، جس کی سطر سطر سے امام احمد رضا کا فقہی مقام، ان کی مجددانہ شان، ان کا ادبی کمال اور اصولِ افتا کی رعایت ظاہر ہوتی ہے، مفتی مشتاق احمد امجدی نے فقیہ اسلام کے اس علمی دبستان سے خوب خوشہ چینی کی ہے۔ زیر نظر کتاب اس خطبۃ الکتاب کی جامع توضیح و تشریح بھی ہے، جس میں فاضل مصنف نے اپنی فقہی تحقیق کا لوہا منوا دیا ہے۔ ساتھ ہی اصولِ افتا پر سنجیدہ بحث کی ہے اور تحقیق فی الفقہ کے طلبہ کی تعلیمی رہنمائی بھی ہے جس کی بنیاد پر اس نے ایک نصابی کتاب کا درجہ پالیا ہے۔ "برکاتِ تراجم" میں دو سو سے زائد کتب فقہ و فتاویٰ اور ان کے مولفین کا اجمالی تعارف ادبی انداز میں کرایا گیا ہے، یوں یہ کتاب فقہا اور کتب فقہ کے تراجم کا ایک ایسا نگار خانہ بن گئی ہے جو اساتذہ، طلبہ اور شائقین فقہ سب کو دعوتِ نظارہ دیتی ہے۔

پوری کتاب مقدمہ، خاتمہ، ضمیمہ اور تذنیب کے علاوہ آٹھ ابواب میں منقسم ہے، آغازِ کتاب میں پیش لفظ کے بعد قائد ملت حضرت مفتی محمد عسجد رضا قادری، مفتی محمد ناظم علی مصباحی، مفتی قاضی فضل احمد مصباحی، مفتی فیضان المصطفیٰ قادری، مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی اور مفتی محمد کمال الدین مصباحی جیسے صاحبان علم کی ستائشی تحریریں مصنف اور زیر نظر کتاب کو درجۂ اعتبار بخشتی ہیں۔ ساتھ ہی اس سے علمی و فقہی حلقوں تک مفتی مشتاق احمد امجدی کی رسائی اور مقبولیت کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔ مصنف نے مقدمۃ الکتاب میں فقہی کتابوں کی درجہ بندی پر تفصیلی بحث کی ہے ساتھ ہی کتب متون و شروح و حواشی کا علمی و تحقیقی تجزیہ کیا ہے۔

مصنف نے باب اول میں فتاویٰ رضویہ کے خطبۃ الکتاب کے ادبی محاسن و لطائف، فنی جمالیات اور بلاغی نظام پر جن زاویوں سے بحث کی ہے وہ دل چسپ بھی ہے اور چشم کشا بھی، امام احمد رضا نے اس خطبے میں خطبہ نگاری کے تمام تقاضوں کی تکمیل کی ہے ساتھ ہی تقریباً ۹۰ر فقہی کتب و اعلام کی تضمین کی ہے اور وہ بھی اس خوب صورتی کے ساتھ کہ عبارت کا تسلسل بھی قائم ہے اور فہم مطالب میں قاری کو معمولی گرانی کا بھی احساس نہیں ہوتا۔ مصنف نے ان کتب و اعلام کی نشان دہی اپنی کتاب کے بابِ دوم میں کی ہے۔ یہ کتاب کا سب سے ثروت مند باب ہے، اسی لیے اس کو تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے: فصل اول میں حمد باری تعالیٰ کے لیے استعمال کی گئی کتابوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے، فصل دوم میں مدحت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں مذکور کتب کے احوال درج ہیں اور فصل سوم میں آل و اصحابِ رسول اور اولیاے کاملین کے تذکروں کے ذیل میں بیان کردہ کتب کے تراجم موجود ہیں۔ اسی طرح دوسرے ابواب بھی بے شمار فوائد و برکات پر مشتمل ہیں۔

خاتمہ میں کتب غیر معتبرہ سے نقل فتویٰ کا اصولی حکم بیان کیا گیا ہے اور رسم المفتی کے ماہرین کی کتابوں بقیہ ص ۴۰ر پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़ददम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2026-28
SEPTEMBER-2026
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

KHUSH KHABRI

FIQH O FATAWA KA BESH-QEEMTI KHAZANA YANI

FATAWA TAJUSH'SHARIAH

Fiqh O Fatawa Ka Besh-Qeemti Khazana Yani Fatawa Tajush'Shariah Ke Do Editions Nihayat Qaleel Muddat Mein Khatam Ho Gaye. Ahl-E-Zauq Ko Kai Mah Se Is Ke Teesre Edition Ka Intezar Tha.

Alhamdulillah!

Ab Intezar Ke Lamhaat Khatm Hue, Aur Ab Iska "Teesra Edition" Zaroori Tashihat Aur Do Jildon Ke Izafe Ke Saath InshaAllah Aathwein Urs Taj Ush Shariah Ke Pur-Bahaar Mauqe Par Dastiyab Hoga.

3rd EDITION

12 JILD

TEESRE EDITION KI CHAND KHUSUSIYAAT:

- Do Jildon Ka Izafa (Ab Barah Zakhim Jildain)
- 6318 Safhaat
- 80 Se Zyada Abwab, 4000 Se Zyada Fatawa
- Zaroori Tashihat
- Fiqhi Juz'iyat Ka Azeem Zakhira
- Naipaid Masail Ka Mo'tabar Shar'i Markaz
- Ulama O Muftiyan-E-Kiram Ki Zarooriyaat Mein Mu'awin
- Deedah Zeb Tarteeb O Tazeen
- Umda Kaghaz Aur Behtareen Jild Saazi

*DELIVERY CHARGES EXTRA AS PER APPLICABLE

SCAN & PAY

NOTE: Jin Hazraat Ne Das Jildon Ka Set Khareed Rakha Hai, Unke Liye Gyarahwin Aur Barahwin Jildain Alag Se Bhi Dastiyab Hongi.

ORIGINAL PRICE	DISCOUNTED PRICE	URS OFFER
~~₹12499~~	₹6249 (50% OFF)	₹4999 (ADDITIONAL 20% OFF)

MuftiAsjadRaza.com

CONTACT NUMBER: 9808800888 | 8791766391 | 9967647866